لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

اے مردِ مومن!

آفتاب نے پھر از سرِ نو رختِ سفر باندھا اور ظلمات کے سمندر میں صبحِ روشن کے پتوار حرکت میں آگئے، کاروانوں نے وادی و صحرا میں اپنے اسباب اٹھائے اور کوچ کا نقارہ بج گیا، لیکن اے چشمِ بیدار! جو انسانیت کی نگراں، اور کمزوروں کی پاسباں تھی، تو ابھی تک سو رہی ہے، اور ذرا بھی نہیں دیکھتی کہ حالات و حوادث میں کیا انقلاب آگیا؟

تیرا سمندر صحرا کی طرح ساکت ہوگیا ہے، اور جوش و طغیانی کی جگہ اس میں جمود پیدا ہو کر رہ گیا ہے اس میں کوئی مد و جزر نہیں، اس کی موجوں میں کوئی تلاطم نہیں، یہ کیسا سمندر ہے جس میں نہ کوئی نہنگ تو صلا نسب نہ کوئی موج بلند! تمہارے پُرشور سمندر کو تو اپنے ساحل سے نکل کر دشت و جبل میں پھیل جانا تھا! اے مردِ مومن! وطن مٹی کا جسم ہے لیکن روح کا وجود دین و مذہب سے ہے، اس لئے تمہیں ایک ہاتھ میں "خدا کا کلام" اور دوسرے میں "تیغ بے زنہار" لے کر اٹھنا چاہئے، اس لئے کہ ان دونوں کا اجتماع ہی بشریت کی سعادت ہے اور تہذیب کے لئے برکت۔

اے مردِ مسلماں! تو ناموسِ ازل کا امین و پاسباں، اور خدائے لم یزل کا رازداں ہے، تیرا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے، تیری اٹھان مٹی سے ہے، لیکن تجھی سے اس عالم کا وجود و بقا متعلق ہے، میخانۂ یقین کے جام چڑھا اور ظن و تخمین کی پستیوں سے بلند ہو جا، فرنگ کی دلآویزی کی نہ داد ہے نہ فریاد، جس نے عقل و دل دونوں کو مسحور و مخمور اور شکستہ و رنجور بنا دیا ہے، فریادان بازیگروں سے جو کبھی نازو انداز سے بگڑتے، اور کبھی بیٹریوں میں جکڑتے ہیں، کبھی شیریں کا پارٹ ادا کرتے، اور کبھی "پرویز" کا روپ بھرتے ہیں، دنیا ان کی تباہ کاریوں سے ویرانہ ہوگئی ہے۔

اے بانیٔ حرم! اے معمارِ کعبہ! اور اے فرزندِ ابراہیم! ایک بار پھر دنیا کی تعمیر کے لئے اٹھ اور اپنی گہری نیند سے بیدار ہو۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

(ماخوذ از: نقوشِ اقبال ص ۱۳۸)

۱۰ر جون سنہ ۱۹۹۶ء

سالانہ سو روپے

فی شمارہ ۵ روپے

Regd No. LW/NP56
Fax No.: (0522)330020

FORTNIGHTLY

Principal off : 372336
Guest House : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

Rs.5/-

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبو دار عطریات، عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ، عرق گلاب و دیگر عطریات کی —

IZHAR AHMAD & SONS
PERFUMERS
CHOWK, LUCKNOW-3

ایک قابلِ اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

خط و کتابت کا پتہ

فون:- 268898

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش

سونے چاندی کے زیورات کیلئے

ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس

حاجی عبد الرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر: ۲۶۰۴۳۳

مئو کے اصلی نورانی تیل کی خاص پہچان

لیبل پر لائسنس نمبر 77/18-U اور کیپ کے اوپر MAU CITY ہے تب اصلی ہے اگر یہ دونوں پہچان نہ ہو تو نقلی ہے۔

نورانی تیل

درد۔ زخم۔ چوٹ۔ کٹنے جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن یوپی

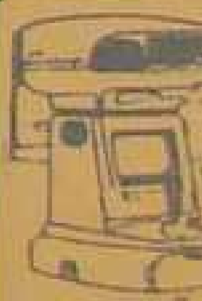

چشمہ ساگر

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔

AUTO REFRCCTO METER AR-860

فوٹو کرامک، کوٹیڈ لینس، ہائی انڈکس، رزی لینس، فینسی اور دھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔

— ایک بار خدمت کا موقع دیں —

آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)

شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

شمارہ نمبر ۱۵	۲۴ صفر المظفر ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۰ رجون ۱۹۹۶ء	جلد نمبر ۳۴

زیر نگرانی:-
مولانا قاضی معین اللہ صاحب ندوی (نائب ناظم ندوۃ العلماء)
مولانا ڈاکٹر عبد اللہ عباس صاحب ندوی (معتمد تعلیمات دار العلوم ندوۃ العلماء)
مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء)
پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب (معتمد مالیات ندوۃ العلماء)

مدیر مسئول:-
شمس الحق ندوی

مجلس ادارت:-
مولانا نذر الحفیظ ندوی، مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبد اللہ حسنی ندوی، ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زر تعاون
سالانہ ——— ۱۰۰ روپے
فی شمارہ ——— پانچ روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک:-
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک
——— ۲۵ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک:-
بحری ڈاک جملہ ——— ۱۰ ڈالر

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپئے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

گذارش
خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کیساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ ——— مینجر

خط وکتابت کا پتہ
مینجر تعمیر حیات پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 یوپی
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں ———

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

حامد

اللہ کے لئے محبت اللہ کے لئے بغض

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "مسلمان کو چاہئے کہ وہ کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ کے لئے اور کسی سے بغض رکھے تو صرف اللہ کے لئے۔ اپنے نفس اور ذاتی جذبات کو اس میں دخل ہو۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تو ہر شخص کی سیرت اور عقائد اور اعمال کا بنظور مطالعہ ومشاہدہ کر۔ اگر وہ توحید اور سنتِ رسول اللہ کے مطابق ہیں تو تیرے لئے محبت اور دوستی رکھنا بالکل جائز اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں قابلِ ستائش ہوگا۔ لیکن اگر اس کے عقائد واعمال توحید اور سنت کے تقاضوں سے منحرف ہیں اور وہ مشرک وفاسق شخص ہے تو اس سے بغض ونفرت تیرے لئے لازم ہوگی اور تو رضائے الٰہی کے لئے اس سے اعراض کر۔ بالفاظ دیگر تجھے ایک موحد اور متقی شخص سے محبت والفت ہو تو محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اور کسی مشرک وفاسق شخص سے نفرت واعراض ہو تو وہ بھی رضائے الٰہی کے لئے، تو اپنی خواہشاتِ نفس اور ذاتی اغراض کے لئے کسی سے بغض وعداوت رکھ۔ کیونکہ جو محبت محض ہوسِ نفسانی اور خواہش پر مبنی ہو وہ عارضی، فتنہ انگیز اور پریشان کن محبت ہے، اسی طرح جو عداوت کسی شخص سے ذاتی خواہشات اور ہوسِ نفسانی پر مبنی ہو وہ ظلم وزیادتی کا باعث ہے اور عداوت کرنے والے کے لئے ذلت وندامت اور تباہی وبربادی کا موجب ہے۔ پس اپنے نفس کے لئے کسی سے محبت ہو یا بغض وعداوت دونوں اپنے فاعل کے لئے نہایت ہی تباہ کن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا وعقبیٰ میں مغضوب اور اس کے برعکس صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے محبت ہو یا بغض وعداوت وہ اپنے فاعل کے لئے عزت وسلامتی اور حفظِ ایمان کا باعث ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو دنیا وعقبیٰ میں محبوب وبرگزیدہ رکھتا ہے اور اسے انبیا، صدیقین اور اولیا کے گروہ میں شامل کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے محبت یا عداوت رکھا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اپنے نفس کو کبھی دخل نہیں دیا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: "کسی سے محبت کرو تو اللہ کے لئے اور کسی سے بغض رکھو تو اللہ کے لئے۔" یہی آنحضرتؐ کا معمول اور اسوۂ حسنہ ہے۔ یہی تمام اولیائے امت کا دستورِ عمل ہے۔ اس کے برعکس محبت وعداوت میں محض اتباعِ نفس اور جذباتِ سفلی واسبابِ دنیوی کو دخل دینا کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ سے قطعی انحراف ہے۔ اور ایسا شخص خدا کے نزدیک دنیا وعقبیٰ میں مغضوب ومعتوب ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے "خواہشاتِ نفسانی کا اتباع مت کرو۔ کیونکہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے راستہ سے گمراہ کر دیتی ہے۔" ایک اور جگہ فرمایا: "کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے تمام معاملات میں اپنے نفس ہی کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔"

صبر وتحمل

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا:

"مجھے تعجب ہے کہ تو بر بنائے جہل کہا کرتا ہے کہ میں کس تدبیر اور وسیلے سے اپنے مقصد ومراد کو پہنچوں؟ حالانکہ کلام اللہ میں صریحاً وارد ہے کہ "اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو صبر وتحمل سے کام لیتے ہیں اور اس پر بھروسہ رکھتے ہیں۔" دوسری جگہ فرمایا: "اے ایماندارو! صبر وتحمل کرو اور اللہ سے ربطِ معنوی پیدا کرو اور اس سے خائف رہ کر نیک اعمال میں کوشاں رہو تاکہ نجات پاؤ۔" پس کلام کی متعدد آیات سے ثابت ہے کہ دنیا وعقبیٰ میں فلاح وبہبود کا بہترین ذریعہ صبر وتحمل ہے اور اللہ نے ہر مومن کو حکماً صبر کی تلقین فرمائی۔ اس لئے کہ حیاتِ انسانی میں خیر وعافیت اور سلامتی صبر وتحمل اور استقامت سے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایمان کے لئے صبر ایسا ہی اہم وضروری ہے جس طرح جسم کے لئے روح۔" نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "ہر عمل کا ثواب اس کی مقدار واندازہ کے مطابق ہے۔ لیکن صبر کا ثواب بے حد وبے اندازہ ہے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "بلاشبہ صبر کرنے والوں کو اس کا بہت بڑا اجر عطا کیا جائے گا۔

پس جب تو نے دستورِ شریعت اور حدود الٰہیہ کی حفاظت کرتے ہوئے صبر وتحمل اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ مصائب کو تجھ سے رفع فرمائے گا اور تجھے اتنا وسیع وبسیط رزق عطا فرمائے گا۔ جس کا اس نے اپنی کتاب میں عہد وپیمان فرمایا ہے۔ "جو شخص اللہ کی اطاعت اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں اس پر بسیط کر دیتا ہے اور اس کو ایسے ذریعے سے رزق پہونچاتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ پس تو اپنی کشائش وخوشحالی کے لئے راہ صبر وتوکل اختیار کر، کیونکہ انبیاء اور صلحا کے حالات دیکھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر وتوکل ہی سے انہیں مصائب ونوائب سے نجات بخشی اور اپنی بے بہا نعمتیں ان پر کشادہ کیں۔ تمام اولیاء اللہ نے بھی ہمیشہ صبر وتحمل پر استقامت کی اور اپنے مریدوں کو بھی

باقی ص ۳۰ پر

اس شمارے میں

۱	اللہ کے لئے محبت.....	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	۲
۲	ندوۃ العلماء کا پیغام (اداریہ)	شمس الحق ندوی	۵
۳	سلطان ٹیپو (نظم)	خلیل پرتاپ گڈھی	۶
۴	اہل فکر و قائدین کا مقام	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۷
۵	مغربی تہذیب	مولانا سید محمد واضح رشید ندوی	۱۰
۶	مولانا محمد عمر پالنپوری ...	شمس الحق ندوی	۱۲
۷	پردہ کی حقیقت	محمد ریاض الدین احمد (امریکہ)	۱۳
۸	شیخ عبدالفتاح کے حالات	علی احمد ندوی (ریاض)	۱۶
۹	اسلامی تعلیمات	محمد احمد ندوی	۱۸
۱۰	مولانا محمد عمرؒ کا سوانحی خاکہ	مولانا عبدالقادر ندوی	۲۱
۱۱	علمائے ہند کی خدمات	مولانا برہان الدین سنبھلی	۲۳
۱۲	سوال و جواب	محمد طارق ندوی	۲۵
۱۳	ندوہ کے شب و روز	نجیب الرحمٰن ململی	۲۶
۱۴	مطالعہ کی میز پر	محمد شاہد ندوی	۲۸
۱۵	اجودھیا کا المیہ	مادھو گوڈبولے	۲۹
۱۶	جامعۃ المومنات	نمائندہ تعمیر حیات	۳۱

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی ۱۰/- روپئے کے حساب سے زرضمانت پیشگی روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر R. 20/-
۲۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۳۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH -(K.S.A.)

برطانیہ
Mr. M. AKRAM NADWI
O.c.I.S.
St. CROSS COLLEGE
Oxford OX1 3TU - U.K.

ساؤتھ افریقہ
Mr. M. YAHYA SALLO NADVI Sb.
P.O.Box No. 388
Vereniging
(S.AFRICA)

قطر
Mr. ABDUL HAI NADVI Sb.
P.O.Box No. 10894
DOHA - QATAR

دبئی
Mr. QARI ABDUL HAMEED NADVI Sb.
P.O.Box No. 12525
DUBAI -(U.A.E.)

پاکستان
Mr. ATAULLAH Sb.
Sector A-50, Near Sau Quater
H. No. 109 Town Ship Kaurangi
KARACHI-31 (Pakistan)

امریکہ
Dr. A. M. Siddiqui Sb.
98- Conklin Ave
Woodmere
New York 11598 -(U.S.A.)

اداریہ

شمس الحق ندوی

ندوۃ العلماء کا پیغام عہدِ حاضر کے نام

ندوۃ العلماء جس کا اس وقت عالم عربی میں خصوصاً اور سارے عالم میں عموماً شہرہ اور چرچا ہے، چرچا ہی نہیں بلکہ اس کو رشک و شوق کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور اس کی طرف انتساب کو باعث فخر سمجھا جاتا ہے کن حالات میں اس کا قیام عمل میں آیا، کیسے کٹھن مراحل سے اس تحریک کو گذرنا پڑا۔ اور اسی کے ساتھ کچھ بندگان خدا نے اس تحریک کو کس والہانہ انداز میں قبول کیا اور اپنا سرمایہ اس پر نچھاور کیا اپنی آن کو ندوہ کی شان پر قربان کیا اس کا اندازہ تاریخ ندوۃ العلماء کے مطالعہ سے ہوگا۔

کہتے ہیں کہ سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں ایک بڑھیا بھی تھی جو کچھ سوت لے کر حاضر ہوئی تھی، اسی طرح ندوہ کی شیدائی ایک بڑھیا کے پاس دوئی (دو آنہ) تھی اس نے اس کو پیش کر دیا یہ دوئی ایسی قابل قدر تھی کہ اس کو خان بہادر منشی اطہر علی نے ایک اشرفی میں خرید لیا اور دوئی کے ساتھ اس کو نذر ندوہ کر دیا۔ حالات کا جو تقاضہ تھا امت مسلمہ ہندیہ موت و حیات کی جس کشمکش میں مبتلا تھی اس میں تو یہ ہونا ہی چاہئے تھا۔ مدرسہ فیض عام کانپور کی چٹائی پر اس انقلاب انگیز تحریک کی داغ بیل ان روح فرسا حالات میں پڑی تھی۔ جس کا نقشہ مولانا سید سلیمان ندویؒ کے قلم گہربار نے اس طرح پیش کیا ہے۔ "انقلاب و حوادث کے جو طوفان ملک میں اٹھ رہے تھے ان سے حساس مسلمانوں کے دل مضطرب تھے، مدارس و مکاتب کا پرانا سلسلہ ٹوٹ رہا تھا، انگریزی اسکول اور کالج میں مسلمان لڑکے کھنچ رہے تھے۔ سلطنت کے اثر سے عیسائیت کا چرچا تھا، مشنریوں کے جال ہر طرف پھیلے ہوئے تھے، ان کے یتیم خانے ہر جگہ قائم تھے، مسلمانوں اور عیسائیوں میں مناظروں کی گرم بازاری تھی۔ دونوں طرف سے رسائل لکھے جا رہے تھے، یورپ کے نئے خیالات سیلاب کی طرح امڈے چلے آ رہے تھے، عام علماء زیادہ تر پڑھنے پڑھانے میں مصروف، کچھ معمولی معمولی، چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھے تھے، اور خواص تقلید اور عدم تقلید، قرات فاتحہ، آمین بالجہر اور رفع یدین کے مسئلوں میں ایسے گھستے تھے کہ مناظرہ، مجادلہ اور مجادلہ مقاتلہ بن گیا تھا۔ خدا کے گھر لڑائی کے میدان بن گئے تھے، ایک دوسرے کی تفسیق اور تکفیر پر بڑی مہریں ہو رہی تھیں۔

اس وقت امت مسلمہ پھر کچھ اسی طرح کے حالات سے دوچار ہے، اس کے سر پر خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں جو یک لخت اس کا خاتمہ کر دینا چاہتے ہیں، یہ صورت مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک بپا ہے مگر ہماری سادہ لوحی، بے خبری یا ناعاقبت اندیشی ہم کو چھوٹے چھوٹے اور محدود مسائل میں الجھا کر ہماری توانائیوں کو ضائع کر رہی ہے۔ کاش! ہم ہوا کے رخ کو پہچانتے اور غفلت کی نیند سے بیدار ہوتے کہ وقت داخلی انتشار و خلفشار کا نہیں بلکہ اپنی سرحدوں کی حفاظت اور مکار دشمن سے نبرد آزمائی کا ہے۔ تحریک ندوۃ العلماء کا ایک مخالف اس کے ایک اجلاس میں مخالفانہ پمفلٹ چھپا کر لایا کہ اس کو وہاں تقسیم کرے گا۔ مگر جب اس بزم نورانی میں پہونچا تو اس کا ایسا شیدائی ہوا کہ بھرے اجلاس میں اپنے ہاتھوں پمفلٹ کو پھاڑ دیا اور ندوۃ العلماء کی تائید میں نہایت دردبھرے انداز میں تقریر کی۔

موجودہ حالات و خطرات کا مقابلہ ہم اسی وقت کر سکتے ہیں جب ہمارے اندر وسعت ظرفی ہو، وسیع النظری اور حالات گرد و پیش سے باخبری ہو۔ اگر یہ نہ کیا گیا تو ہم اسلاف کے ناخلف اخلاف ثابت ہوں گے اور آنے والی نسلیں ہم کو معاف نہیں کریں گی۔ اس وقت اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ندوۃ العلماء کے ان اصولوں کو گلے لگایا جائے جنھوں نے بچھڑوں کو ملایا تھا، روٹھوں کو منایا تھا، اور اتحاد و یگانگت کا صور پھونکا تھا جس نے امت مسلمہ ہندیہ کو ہلاکت و تباہی سے بچا لیا تھا۔ الحمدللہ کہ اہل ندوہ اب بھی اپنی بساط بھر اس کام کو انجام دے رہے ہیں۔ ندوۃ العلماء نے ہندوستانی علماء کے علمی و دعوتی

اور تحقیقی کاموں، کتاب و سنت کی خدمت اور اس برّاعظم میں ان کی اسلامی خدمات کا بھرپور تعارف کرایا اور باہر کی دنیا میں علماء ہند کا مقام بلند کیا، نہ صرف ان کا مقام بلند کیا بلکہ ان کی تصنیفات و تحقیقات سے استفادہ کا دروازہ کھول دیا۔ ہندستانی علماء کی بہت سی مایۂ ناز تصنیفات کا تعارف عرب دنیا میں ندوۃ العلماء نے کرایا۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے عالم اسلام میں ندوۃ العلماء کی برکت سے ایک نئی بیداری کا کام لیا خصوصاً ندوۃ العلماء کے موجودہ ناظم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تصنیفات کو جو ندوۃ العلماء کے فکر کی ترجمان ہیں، وہ قبولیت عطا فرمائی کہ اس وقت وہاں کا کوئی شخص اگر ان کی تصنیفات سے بے خبر ہو تو پڑھا لکھا نہیں سمجھا جاتا۔ بلاد عربیہ میں بہت سے نازک موقعوں پر جہاں ایک نیا فکر و رجحان جنم لے رہا تھا ندوۃ العلماء نے رہنمائی کی اور فتنوں کا خاتمہ ہوا۔ یہ بڑی ناقدری و ناسپاسی ہوگی کہ ندوۃ العلماء باہر کی دنیا پر اثر انداز ہو، اور اندرون ملک اس کے اصولوں کو ناقابل التفات سمجھا جائے۔ اس وقت کے جو حالات ہیں ان میں اس کی شدید ضرورت ہے کہ ہم تنگ نظری کے دائرہ سے نکل کر حالات کو سمجھنے اور ان کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کریں ہم یہ محسوس کر رہے ہیں کہ ہندستان میں جماعتی تعصب اور تحزب کا رجحان امت کے اتحاد کو بڑا نقصان پہونچا رہا ہے۔

ہم نے اپنے کو صرف دوسروں کا عیب بیان کرنے کے لئے وقف کر دیا ہے، قوم کے اندر خوبیاں پیدا کرنے کی آواز نہیں لگاتے یہ نوحہ و ماتم قوم کو زندگی کا پیغام نہیں دے سکتا۔

بقول حضرت مولانا محمد الیاسؒ کہ قوم کی برائیاں بیان کرنے میں وقت صرف نہ کرو، بلکہ اس کے اندر خوبیاں پیدا کرنے کی فکر کرو تو برائیاں از خود ختم ہوجائیں گی۔ کاشش ہمیں حالات کو سمجھنے اور خطرات کو بھانپنے کی توفیق ملتی۔

سلطان ٹیپو شہیدؒ اور جذبۂ شوق جہاد

خلیل پرتاپ گڈھی

دو صدی گذری ہوا سلطان ٹیپو کا وصال — گونجتی ہے آج بھی وہ بات اس کی بے مثال
اک بہادر شیر کی اک روز کی ہی زندگی — ہر طرح بہتر ہے از صد سالہ زندگی شغال[1]
وہ جواں سلطان ٹیپو تھا بہادر اور نڈر — حیدری شان اس میں تھی، تھا شیر کا اس کا جگر
اس کو تھا اتنا بھروسہ ذات پر اللہ کی — تھی نہ اس میں اک ذرا سی چاہ منصب، جاہ کی
تھا وہ اپنی قوم و ملت، ملک کا ایسا سپوت — ناز کرتے تھے کہ جس پر ترکمان و راجپوت
کانپتی تھی فوج انگریزوں کی لیس ہتھیار سے — اس کی جنگی چال سے، تلوار سے، یلغار سے
کہتے تھے انگریز گھبرا کر، کدھر جائیں گے ہم — جب تلک ٹیپو ہے زندہ کچھ نہ کر پائیں گے ہم
کاش کہ کچھ اور ہوتے اس کے اپنے ہم خیال — کاٹ دیتا دشمنوں نے جو بچھا رکھے تھے جال
سازشوں میں ہوگئے انگریز ایسے کامیاب — جنگ میں ہی فتح و نصرت کا وہ ڈوبا آفتاب
ہنستے ہنستے شیر نے میداں میں جاں قربان کی — موت کو اس نے غلامی غیر پر ترجیح دی
پی گیا جام شہادت شوق سے ذوالاحتشام — آہ! سلطان المعظم، تیری عظمت کو سلام
لاشں پر اس کی یہ ہارس[2] نے خوشی سے یہ کہا — آج سے ہندوستاں کا ملک ہے انگریز کا
اس شہادت نے رخ تاریخ بدلا ہند کا — بات جو بننے کو تھی، بگڑی، ہر اک خاموش تھا
یوں تو ہر کس داستانِ غم سے متأثر ہوا — اک جیالے نے کتابی شکل دی، با مدعا
نام نامی اس کا ہے الیاس ندوی بھٹکلی — جس کی حضرت بوالحسن نے حوصلہ افزائی کی
یہ کتاب اس داستانِ سورما کی ہے کلید — نام اس کا رکھا ہے "سلطان ٹیپوئے شہید"
اس طرح ترتیب دی ہے جو ہے جامع بامعنات — آگئے سلطاں کی ساری زندگی کے واقعات
پڑھنے لائق ہیں مقدمے اور اس کا انتساب — خوب لکھی ہے مفصّل اور تحقیقی کتاب
جب کبھی تاریخ جنگ آزادی لکھی جائے گی — شخصیت سلطان کی اس میں ابھر کر آئے گی
پڑھنے والوں کو، مصنف کو جزا اچھی ملے — خدمتِ ملک اور ملت کی خدا توفیق دے

کاش کچھ ہم میں بھی ہوتا جذبۂ شوقِ جہاد
تا کہ ہم بھی دین اور دنیا میں ہوتے بامراد

[1] گیدڑ [2] انگریزی فوج کا جنرل

اہل فکر و قائدین کا مقام اور ذمہ داریاں

● حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ

> ۲۵ر مئی ۹۷ء کے شمارہ میں ہم مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کا نہایت فکر انگیز اور دردمندانِ ملت کی نیند اڑا دینے والا مضمون شائع کر چکے ہیں وہ مضمون عامۃ المسلمین کی سطح سے بلند ہے، وہ تو ان نزاکتوں اور سازشوں کو سمجھ بھی نہیں سکتے اسے تو اصلاً ہمارے خواص ہی سمجھ سکتے ہیں اور اس خطرہ کے مقابلہ کی تدابیر و کوششیں کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ہم خواص امت کی خدمت میں حضرت مولانا ہی کے ایک گرانقدر مضمون کی تلخیص پیش کر رہے ہیں جو "خواص" ہی کے عنوان سے کتابچہ کی صورت میں بہت پہلے شائع ہوچکا ہے۔
>
> (ادارہ)

ملت کو جو خطرات و مصائب پیش آتے ہیں ان میں سے بہت سے خطرات و مصائب وہ ہیں جن کو عامی اور کم پڑھے لکھے افراد بھی محسوس کرتے ہیں ان کے احساس کے لیے کسی خاص ذہانت و فراست اور کسی خاص دور بینی اور باریک بینی کی ضرورت نہیں ہے مثلاً اتلاف جان و مال، فسادات و ہنگامے، تنگ دستی اور بے روزگاری وغیرہ وغیرہ، لیکن کچھ خطرات اور مصائب وہ ہیں جن کو صرف وہ خواص ہی محسوس کر سکتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے فہم و فراست کی دولت بخشی ہے، ان کی نگاہ معاملات کی تہہ تک پہونچتی ہے، اقوام و ملل کی تاریخ پر ان کی نظر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو دینی حمیت اور ملی غیرت کا جوہر بھی عطا فرمایا ہے۔ وہ ان خطرات اور مصائب سے بدرجہا زیادہ معنوی خطرات اور مصائب کو محسوس کرتے ہیں۔ اور مستقبل کے تصور سے ان کی راتوں کی نیند اڑجاتی ہے مثلاً ذہنی و تہذیبی ارتداد کا خطرہ، اس زبان و کلچر سے محرومی جو دینی معلومات سے مالا مال اور اسلامی روح و مزاج کی حامل ہو اور جس سے نئی نسلوں کا اپنے اسلاف اور حال کا ماضی سے رشتہ قائم ہوتا ہے۔ نیا نظام تعلیم جس کے اثر سے مسلمانوں کی نئی نسل کا اسلامی تعلیمات سے ناآشنا اور خلاف اسلام اور منافی توحید عقائد و افکار سے متاثر ہونا بالکل قدرتی امر ہے، مسلمانوں کی اپنی مستقل شخصیت اور ملی خصائص اور اسلامی تہذیب سے محرومی اور اکثریت کی تہذیب، فلسفہ اور شخصیت میں تحلیل ہوجانے کا خطرہ ہے، یہ وہ خطرات ہیں جن کی سنگینی کو صرف طبقۂ خواص کے لوگ ہی محسوس کر سکتے ہیں، وہ اکثر اقبال کے الفاظ میں اس طرح گویا ہوتے ہیں ؎

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی

قرآن شریف کی آیت ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

(سورہ آل عمران ـ ۲۰۰)

اے ایمان والو صبر کرو ایک دوسرے کو صبر کی ترغیب دو اور مورچوں پر جمے رہو اور ہر حال میں خدا سے ڈرتے رہو تاکہ (اپنے مقصد میں) کامیاب ہو۔

اس آیت میں "اِصْبِرُوا" کے ساتھ "صَابِرُوا" کی ہدایت و تلقین کی حکمت اور اس کا راز بڑا غور طلب ہے۔ اقوام و ملل کی زندگی اور قوموں کے عروج و زوال کے مسئلہ میں صرف انفرادی صبر و استقامت کافی نہیں ہوتی، اجتماعی صبر و استقامت اور ہمت و استقلال کے ایک عام فضا اور ماحول کی ضرورت ہوتی ہے اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ ہر فرد دوسرے کے لیے باعث تقویت، اس کا پشت پناہ اپنی جگہ پر صابر و مستقیم اور دوسروں کے لیے صبر و استقامت کا داعی و مبلغ ہو اس کی زندگی اس کا ایمان و یقین اس کا صبر و توکل، اس کا عزم و حوصلہ، اس کا بلند کردار، دوسروں میں اعتماد پیدا کرنے کا ذریعہ اور ان کے لیے مشعل راہ ہو، اس کو دیکھ کر اکھڑتے ہوئے قدم جم جائیں، افسردہ طبیعتیں اور پست ہمتیں بلند و مستحکم ہوجائیں۔ اس فضا میں بے ہمتی اور بے صبری کی بات کہنا اور کرنا ایسا ہی مشکل ہوجائے اور معیوب سمجھا جائے جیسے تردد و تذبذب کے ماحول اور خوف و ہراس کے عالم میں صبر و ہمت کی تلقین اور ثبات و استقامت کی ہدایت۔

حفاظت دین و ملت کا مورچہ

پھر فرمایا "وَرَابِطُوا" (اور مورچوں پر جمے رہو)

اس موقع پر یاد رکھنا چاہیے کہ مورچے دو طرح کے ہوتے ہیں ایک فوجی اور زمینی مورچہ دوسرے معنوی مورچہ۔ فوجی و زمینی مورچہ بھی بہت اہم ہے اور زندہ و غیور قومیں اس پر گھٹنے ٹیک دیتی ہیں اور اس کی حفاظت میں جان کی بازی لگا دیتی ہیں مگر یہ مورچہ قوموں کی زندگی میں فیصلہ کن حیثیت نہیں رکھتا، قوموں کی زندگی میں میدان جنگ کی شکست یا کسی مورچہ سے پسپائی ان کی قسمت پر مہر نہیں لگا دیتی، دنیا میں قومیں شکست بھی کھاتی رہی ہیں اور فتح بھی حاصل کرتی رہی ہیں اپنے مورچوں سے ہٹتی بھی رہی ہیں اور ان کو واپس بھی لیتی رہی ہیں، عہد نبوی، دور صحابہؓ اور تاریخ اسلام کے ہر عہد میں یہ نشیب و فراز اور یہ سرد و گرم پیش آتے رہے ہیں۔ اور جو قوم اس نشیب و فراز سے نہیں گزرتی اور شکست کی تلخی سے اس کے کام و دہن کم آشنا نہیں ہوتے۔ وہ صرف فتح کی لذت و حلاوت سے آشنا ہوتی ہے، اس قوم کی صلاحیت پر زیادہ اعتماد نہیں کیا جا سکتا، اس لیے قوموں کی تربیت کے لیے یہ دونوں تجربے ضروری ہیں اور خدا نے اپنے محبوب پیغمبر اور اس کے برگزیدہ اصحاب کو ان دونوں سے گزارا ہے۔

لیکن معنوی مورچوں کا معاملہ ان سے بالکل مختلف ہے، کسی معنوی مورچہ پر شکست و پسپائی بعض اوقات صدیوں و ہزاروں برس کا فیصلہ کر دیتی ہے اور بعض اوقات اس سے کسی قوم و ملت کی قسمت پر مہر لگ جاتی ہے۔ آج ہندوستان کی ملت اسلامیہ کو یہی معنوی مورچہ درپیش ہے ملت کی جداگانہ شخصیت کا مورچہ، اسلام کی مستقل تہذیب کا مورچہ، اسلام کے عائلی قانون (پرسنل لا) کا مسئلہ، زبان و کلچر کا مسئلہ، آئندہ نسلوں کی تعلیم کا مورچہ، ان مورچوں کی حفاظت "خواص" ہی کر سکتے ہیں، اس کے لیے جس علم جس فہم جس احساس جس دروں بینی اور حقیقت شناسی اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے جن وسائل و ذرائع کی ضرورت ہے وہ اسی طبقہ کے پاس ہیں ان کی بروقت فرض شناسی اور مستعدی ان کی بے چینی اور دردمندی مدتوں کے لیے اس خطرہ کو ٹال سکتی ہے اور ملت کو اس خطرہ سے محفوظ بنا سکتی ہے اور ان کی ذرا سی غفلت و سستی ملت کے قافلہ کو سالوں اور صدیوں کے حساب سے منزل سے دور کر سکتی ہے۔ انھوں نے اگر اپنے ذاتی مقاصد و مفادات کو ملت کے مفاد پر اور اپنی ذات کو پیش آنے والے دور از کار خطرات کو ملت کے حقیقی خطرات پر ترجیح دی تو ان مورچوں پر شکست یقینی ہے ؎

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شد

ملت کے نمائندوں کی کمزوری کا خمیازہ

ان خواص کی جو صرف اپنی دولت، تمول، کاروبار اور نسبی و خاندانی تفوق کی وجہ سے طبقۂ خواص میں سمجھے جاتے ہیں اور معاشرے میں "بڑے آدمی" کہلاتے ہیں، ملت کے مفادات و ضروریات سے غفلت اور چشم پوشی، اسراف بیجا، دولت کا غلط استعمال، اور ملت فراموشی کا اثر، ملت اور اس کے مستقبل پر اتنا اثر انداز نہیں ہوتا۔ اور اس کی قسمت کا فیصلہ اس طرح نہیں کرتا جس طرح ملت کے ان نمائندوں زعماء و قائدین، ممتاز اہل فکر اور دانشور طبقہ کی وہ کمزوری کرتی ہے جس کو اگر ہم ان کے احترام میں ملت فروشی نہ کہیں تو ملت فراموشی کہنے پر مجبور ہیں۔

یہ طبقہ جب اپنے دل کی آواز، ملت کی پکار اور ضمیر کے تقاضے کے بجائے اپنے ذاتی مفادات، اور شخصی کامیابیوں کو ترجیح دیتا ہے اور جاہ پرستی و حصول اقتدار کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور اس کو زندگی کا نصب العین اور ترقی کی معراج سمجھنے لگتا ہے، حق بات کہنے میں اس کی زبان گنگ اور اس کے لب بستہ ہوتے ہیں اور بڑے سے بڑے ملی مصائب کے وقت بھی اس کے اندر حمیت و غیرت کا کوئی جذبہ انگڑائی نہیں لیتا اور اس کو ظالم کو ظالم اور مظلوم کو مظلوم کہنے کی توفیق نہیں ہوتی، وہ اپنی نشست محفوظ رکھنے اپنے عہدے اور اعزاز برقرار رکھنے یا اس کے حصول کے لیے بڑے سے بڑے ملی نقصان کو برداشت اور بڑے سے بڑے المیہ کو انگیز کر لیتا ہے بڑے سے بڑے محضر قتل پر دستخط کرنے میں اس کو باک نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات اپنے ایک موہوم فائدے اور محدود و عارضی جاہ و اقتدار کے لیے پوری ملت کو خطرے میں گرفتار اور اس کے بڑے سے بڑے مقدس اثاثہ اور ورثہ کا سودا کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے، اقبال نے "شیخ حرم" کہہ کر اسی طبقہ کی تصویر کھینچی ہے، جس کے ہاتھ میں بدقسمتی سے ملت کی قیادت و نمائندگی آ جاتی ہے، وہ کہتے ہیں ؎

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذرؓ و دلق اویسؓ و چادر زہراؓ!

ملتوں اور قوموں کی تاریخ اور خصوصیت کے ساتھ اس ملت کی تاریخ شاہد ہے کہ اس طبقہ کی ضمیر فروشی، یا بے ضمیری، مفاد پرستی، جاہ طلبی، اور اقتدار کی ہوس نے بڑی بڑی مستحکم اور طویل العمر سلطنتوں کا چراغ گل کر دیا اور پوری ملت کو آن کی آن میں ذلیل کر کے رکھ دیا، خلافت عباسیہ کا خاتمہ، بغداد کی تباہی، بیت المقدس پر صلیبیوں کا قبضہ، سلطنت مغلیہ کا زوال، میسور کی ابھرتی ہوئی طاقت کا خاتمہ اور ٹیپو کی ناکامی، ترکوں کی

شکست اور مقامات مقدسہ اور ممالک عربیہ کا اتحادیوں کے زیر اثر آنا سب اسی طبقہ کی ملت فروشی، جاہ و اقتدار کی ہوس اور انانیت کا نتیجہ ہے۔

ملت کے نمائندوں اور منتخب افراد کی ذمہ داری

ایک جمہوری آزاد و ترقی یافتہ ملک میں یہ اچھا یا برا کردار، ملت کی حفاظت، یا ملت کی ہلاکت کا پارٹ "خواص" کا وہ طبقہ ادا کرتا ہے جو مجالس قانون ساز پارلیمنٹ اور اسمبلیوں میں اس ملت کا نمائندہ یا حکومت و انتظامیہ میں بڑے بڑے عہدوں اور منصبوں پر فائز ہوتا ہے۔ یا صحافت و سیاست میں اونچا مقام رکھتا ہے، یا ملک کے دانشوروں، اہل قلم اور مفکرین میں اس کا شمار ہوتا ہے، اس طبقہ کا ایک ایک فرد ہزاروں، لاکھوں کے مقابلے میں زیادہ وزن و اعتبار رکھتا ہے۔

اس طبقہ کی دینی حمیت و ملی غیرت، اخلاقی جرأت، معمولی قربانیاں، صدیوں کے لیے ملت کا مستقبل محفوظ کر دیتی ہیں۔ اور جو کام بعض اوقات لاکھوں، کروڑوں انسان انجام نہیں دے سکتے وہ یہ مٹھی بھر جماعت انجام دے دیتی ہے، وہ اگر کسی ملی مسئلہ پر یک زبان و یک آواز ہو جائے اور ملت کے دین، اس کی تہذیب یا اس کی ثقافت اور کلچر یا اس کے قانون و شریعت کو بچانے، یا ملت کو باعزت، با اصول رکھنے کے لیے اپنے ذاتی مفاد کو ٹھکرا دیتے اور اقتدار کی کرسی اور جاہ و اعزاز سے دستبردار ہو جانے کا ارادہ ظاہر کرتے۔ ایوان ہائے قانون ساز کی رکنیت صدارتیں اور قیادتیں عہدے اور اس مقصد عزیز کے سامنے برگ کاہ کے برابر بھی نہ معلوم ہو تو چشم زدن میں بڑے بڑے فیصلے بدل جائیں، ناممکن ممکن ہو جائے خطرے کے پہاڑ اور چٹانیں ریت کے ذرات میں تبدیل ہو جائیں، اور پوری ملت عزت و توقیر، شرف و اعتبار سے ہم کنار ہو۔

لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے تو ان کو ملت کے اجتماعی مفاد کے مقابلے میں اپنی کرسی عزیز ہوتی ہے اور اپنا مفاد مقدم، ان کو ادنیٰ سے ادنیٰ خطرہ مول لینے کی جرأت نہیں ہوتی، یا حکومت و اکثریت کی پیشانی پر ادنیٰ سی شکن پڑنے کی ہمت نہیں ہوتی، وہ اپنے ایک حقیر فائدے کے لیے ملت کے بڑے سے بڑے نقصان، اس کی تہذیب کا زوال اور اس کے ذہنی و دینی ارتداد تک کو گوارا کر لیتے ہیں اور ملت کے تمام مفادات، اس کی موت و حیات کے مسئلے سے آنکھیں بند کر کے اپنے منصوبوں کی تکمیل، اپنے خوابوں کی تعبیر اور اپنے محلوں کی تعمیر میں لگے رہتے ہیں اور کوئی بڑے سے بڑا واقعہ یا حادثہ کا تازیانہ ان کے ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لیے کافی نہیں ہوتا۔ تو پھر اس ملت کی قسمت پر مہر لگ جاتی اور اس کے بڑے سے بڑے مخلص و ناصح اور چارہ گر و مسیحا اس کے درد کی دوا نہیں کر سکتے ؎

یہاں آ کے دیتا ہے رو ابر نیساں۔

عمدہ کاغذ، رعایتی قیمت، بہترین سائز۔
NOTE BOOK
حرمین
اردو کاپی
ملنے کا پتہ:
مکتبۃ الحرمین مسجد مرکز والی ڈاکٹر بی این درما روڈ امین آباد لکھنؤ۔
مذکورہ بالا پتے سے تعمیر حیات جاری کرا کے رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ صبح ۹ بجے سے رات ۸ بجے تک
فون نمبر: ۲۱۷۹۵۶

مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ
کی
خطبات ماجد
یا
ہدیہ زوجین (جدید ایڈیشن)
سائز ۲۳×۳۶/۱۶، صفحات ۱۱۲، قیمت Rs:35/-
مسنون خطبۂ نکاح کی آسان، سادہ اور دلکش اسلوب میں تشریح، اسلامی تعلیمات برائے زوجین کی ایک جامع و مکمل کتاب جو ہر مومن مرد و عورت کے لیے ضروری تا کہ اس پر عمل سے زندگی آسان بنے،
اسٹاکسٹ و ڈسٹریبیوٹر
مکتبۃ الحرمین
مسجد مرکز والی، کچہری روڈ، امین آباد لکھنؤ
ملنے کا پتہ
ندوی بکڈپو۔ ندوہ لکھنؤ
الفرقان بکڈپو نظیر آباد۔ لکھنؤ
مکتبہ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ

بقیہ: مطالعہ کی میز پر

(صدر شعبۂ عربی دہلی یونیورسٹی دہلی) نے سلیس اردو زبان میں ترجمہ کر دیا ہے۔

البتہ بعض مقامات پر مؤلف سے تسامح ہوا ہے یا سہو قلم ہے جس کی مترجم نے اختصار کے ساتھ حواشی میں وضاحت کر دی ہے کتاب کے آخر میں تصحیح کے ساتھ فارسی متن اور مؤلف کتاب علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی کی مختصر سوانح بھی رقم ہے۔

یہ کتاب اہل علم اور اہل دل حضرات کے لئے بہترین تحفہ ہے۔

مغربی تہذیب: تعمیر کے پردہ میں تخریب کے سامان

تحریر:۔ مولانا سید محمد واضح رشید ندوی
ترجمہ:۔ محمد قیصر حسین ندوی

مغربی تہذیب کی بدولت انسان حیرت انگیز ترقی کر چکا ہے، اور زندگی کے مختلف لوگوں کا معیار کافی بلند ہو چکا ہے، مغربی تہذیب نے جہاں انسانی زندگی کو سہولتوں اور آسائشوں سے معمور کر دیا ہے، اس نے انسان کے مسائل اور دشواریوں کو جن کا وہ صدیوں سے سامنا کر رہا تھا بڑی حد تک حل کر دیا ہے، عقل اور علم نے تحقیق کے نئے میدان تلاش کئے ہیں، اور علمی ترقی کے لیے ذرائع و وسائل انسان کو حاصل ہو گئے ہیں، جن کا پہلے تصور ہی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اس تہذیب نے یونانی اسلامی سرمایہ میں گرانقدر اضافے کے ذریعہ انسانی معلومات میں غیر معمولی اضافہ کر دیا ہے، جس کے نتیجہ میں انسان قدرتی وسائل کے بڑے حصہ پر قابض و حاوی ہو گیا ہے، کسی زمانہ میں اسٹیم اور بھاپ و پٹرول کی قوت سے چلنے والی سواریوں کی ایجاد حیرت انگیز سمجھی جاتی تھی لیکن اب ایسی سواریاں وجود میں آ چکی ہیں جن کی رفتار آواز کی رفتار سے کہیں زیادہ تیز ہے، میڈیا، ذرائع ابلاغ و مواصلات نے تصور و خیال سے زیادہ ترقی حاصل کی ہے۔ اس تہذیب نے تعیش و تنعم کا معیار بلند کر دیا ہے، کھانے پینے، رہائش، وسائل راحت، اسباب تحفظ، اور زندگی کی دوسری مختلف سہولتوں اور آسائشوں کے ایسے اسباب مہیا کر دیے ہیں، اور ان کے ذریعہ تفریح و تسلی کے ایسے ایسے سامان وجود میں آ چکے ہیں اور ان کا استعمال اتنا عام و آسان ہو گیا ہے کہ عام لوگ بھی ان سے لطف اندوز ہو رہے ہیں جو پہلے حکام اور امیروں کو بھی میسر نہیں تھے، قابل ذکر بات تو یہ ہے کہ ان کے جائز و صحیح استعمال کی نہ کوئی حد ہے اور نہ ہی ناجائز و بے جا استعمال سے روکنے کی کوئی شرط اور نہ اس میں کوئی امتیاز یا پابندی، اس نئی تہذیب نے آپس کے ربط و ضبط، تعلق اور اتحاد و اتفاق کی طاقت کو بڑھایا ہے جس کے نتیجہ میں معاشرہ کا ہر فرد عزت و شرافت، سکون و اطمینان کی زندگی سے حقوق کی محافظ تنظیموں اور قوانین کے سایہ میں بہرہ مند ہو رہا ہے۔ ان تنظیموں اور قوانین کے تحفظ، اور ان کے نظم و ضبط کو منظم کرنے کے لئے ایسی ایجنسیاں قائم کی گئی ہیں، جو ان کے معیار کو مزید بلند کرنے اور ان کے مخالفین کو ان کے تابع کرنے کی کوشش کر رہی ہیں، اس تہذیب نے تعلیم و تربیت کے معیار کو بھی بلند کیا ہے، اور علوم کو عام کیا ہے اور اس میں اضافہ ہو رہا ہے، ان کے ایسے ایسے وسائل اسباب مہیا کر دیے ہیں جن کے نتیجہ میں تقریباً ہر ملک میں سائنس کے ہر موضوع کے محققین اور ماہر سائنسدانوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے، اس نے طبی سہولتوں اور میڈیکل سائنس کی مسلسل تحقیقات کے ذریعہ انسانی صحت کے وسائل فراہم کئے ہیں جو پہلے بہت محدود تھے۔

موجودہ تہذیب نے طاقت و قوت کی پیداوار اور انسان کے منافع، مصالح و مفاد میں ان کے استعمال کی صلاحیت کے معیار کو بھی بڑھا دیا ہے یہ قوت و صلاحیت، زراعت و تجارت صنعت و حرفت اور میڈیکل سائنس کی تحقیقات میں استعمال کی گئی جس سے انسان کی ضرورت کی چیزوں کی پیداوار میں اور استعمال میں عظیم اضافہ ہوا ہے، ان صلاحیتوں سے موجودہ دور کا انسان فائدہ اٹھا رہا ہے۔

مذکورہ بالا منافع، مصالح اور کوششیں لائق تحسین اور قابل ذکر ہیں، لیکن زندگی کے دوسرے شعبوں اور میدانوں میں تہذیب جدید نے بعض نقصان دہ رجحانات پیدا کئے ہیں، وہ ایک طرف جدید ہے تو دوسری طرف قدیم، مثلاً قدیم یونانی مکتب فکر سے اختلاف کے دعوے کے باوجود اس کے بہت سے اصول و ضوابط، افکار و نظریات کو برابر گلے لگائے ہوئے ہے، قومی عصبیت اور مسیحیت سے اس کی وابستگی ناقابل تردید واقعہ ہے، کالے اور گورے کے درمیان امتیاز و تفریق، گورے کو کالے پر امتیازی تفوق، غلبہ کی چاہت، اسباب و وسائل زندگی سے لطف اندوزی، تسلی و تفریحی سامان کا ضرورت سے زیادہ اہتمام اس کا شعار بن گیا ہے اس کا ہر مفکر، مصنف، ادیب و انشا پرداز اپنی فکر ارسطو سے جوڑنے کی کوشش کرتا ہے اور اسے اپنی معاشرت و معیشت، تعلیم و تربیت، اور اخلاق کے جدید نظریات، افکار و خیالات کی بنیاد قرار دیتا ہے اسی طرح موجودہ مغربی تہذیب کا مسیحیت سے معاشرتی، فکری اور قلبی لگاؤ ہے اور اس میں اس کا انداز صلیبی اور معاندانہ ہے، حالانکہ وہ دہریت والحاد کا دعویدار اور دین کے خلاف بغاوت کا علمبردار، نصرانیت کی ایک طرفہ جانبداری کے تمام گوشے اس تہذیب کے دور سیادت و قیادت میں پوری دنیا کے سامنے ظاہر ہو چکے ہیں۔ اور اس کی نشر و اشاعت، دعوت و تبلیغ کا اہتمام بھی واضح ہو چکا ہے۔ مسیحی مشنریوں پر بے تحاشہ خرچ، افریقہ و ایشیا کے دور دراز علاقوں کو مسیحیت میں تبدیل کرنے کی چاہت و خواہش دو دو چار کی طرح واضح ہو چکی ہے، اور صلیبی جنگیں جو خود اس نے چھیڑی تھیں اب تک یورپ کے ہر مفکر کے ذہن پر چھائی ہوئی ہیں، غیر مسیحیوں سے انتقامی احساسات و جذبات تجربہ کی اس تلخی کو جلا دے رہے ہیں، اسلامی ملکوں کے ساتھ اس کے سلوک سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اسلامی ملکوں کو اپنے دباؤ میں لینے کے لئے اسلامی تحریکوں، تنظیموں کا خاتمہ کرنا شرعی قوانین کے نفاذ پر پابندی عائد کرنا اور اسلامی ملکوں میں مسیحیوں کے حق میں کسی قسم کی زیادتی پر حد سے زیادہ تاثر کا اظہار اسی قبیل کی مثالیں اور ثبوت ہیں۔

ان تمام باتوں کی روشنی میں یہ حقیقت کھل کر سامنے آ چکی ہے کہ یوروپین تہذیب نہ تو سیکولر مزاج ہے اور نہ ہی خالص علمی یا موضوعی، اس تہذیب کی دوسری واضح وجوہات میں سے یہ ہے کہ وہ یوروپین ممالک جہاں فرد، جماعت اور انسان کے تحفظ حقوق کے افکار و خیالات کی نشو و نما ہوئی اور جو انسانی حقوق کے خلاف ہر قسم کی ظلم و زیادتی و خوف و ہراس سے بغاوت کے علمبردار ہیں اور اس کی خواہشات و مقاصد، منافع و مصالح کو پائے تکمیل تک پہونچانے کے دعویدار ہیں یہ خود اپنے ماتحت قوموں کے ساتھ ہر قسم کا ظلم و ستم، زیادتی و ناانصافی خوف و ہراس، سامراجیت و بربریت کا سلوک روا رکھتے ہیں اور ان پر اپنی ثقافت کو تھوپنا چاہتے ہیں، اور اس نے ان علاقوں کی اکثریت جو ایک مدت تک فقر و فاقہ، معیشت کی تنگی و بدحالی اور جہالت سے دوچار رہی ہے اپنی سامراجیت و بربریت کا شکار بنا لیا ہے۔ ان کے مزاج کو بدلنے ان کی تاریخ کو مسخ کرنے، اور ان کی قومی خصوصیات و تشخصات کا خاتمہ کرنے کے لئے اس کی حکومتیں اور تنظیمیں مسلسل کوشاں ہیں اور اس مقصد کے لئے جو جابر نظام ان ملکوں میں قائم ہیں ان کی یہ مغربی ممالک سرپرستی کر رہے ہیں۔

موجودہ تہذیب کی واضح علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ علم دوستی، اس کی نشر و اشاعت، آزادیٔ رائے، علمی و فنی سرمایہ کی خدمت کے علمبردار ہونے کے باوجود دوسری قوموں کے علوم و فنون کے سرمایہ کے ساتھ حاقدانہ سامراجیت و بربریت کا معاملہ کرتی ہے۔ لہٰذا ان کے امن و امان و سلامتی کو تاخت و تاراج کر دیتی ہے، مستشرقین اور ان مغربی محققین کی طرح جنھوں نے عالمی آداب و لسانیات کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے، ان میں دوسرے آداب و لسانی خصوصیات کو ناجائز طور پر شامل کرنے اور قومی رسم الخط کی جگہ لاطینی رسم الخط نافذ و رائج کرنے اور کمزور پچھڑی قوموں کا پرانی تہذیب ثقافت سے رشتہ و ناطہ توڑنے کی انتھک کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس تہذیب کے دور اقتدار اور عہد سامراجیت میں قومیں تباہ و برباد کر دی گئیں، دنیا کے مختلف گوشوں میں علوم و فنون، آداب اور لسانیات کا خاتمہ کر دیا گیا، اور یوروپین ممالک نے اپنی تہذیب کو عام کرنے اور رواج دینے کے لئے نئی تاریخ وضع کی، سفید فام نسل کو تمام قوموں پر تفوق و امتیاز ثابت کرنے کی کوشش کی۔

کچھ عرصہ قبل "جنوبی افریقہ" اور ایشیا میں اور دور حاضر میں امریکہ میں نسلی امتیاز و تفریق کی سیاست اختیار کی گئی مسلم ملکوں کی اکثریت کے خلاف مغرب کا رویہ، اس کی دوہری پالیسی کی علامت ہے اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مغربی تہذیب کے اندرون ملک کے پیمانے کچھ، رعیتوں کے لئے کچھ اور کسی طبقہ کے [illegible] کچھ اور کسی دوسرے طبقہ کے لئے کچھ اور۔

یہ دوہری پالیسی عہد سامراجیت اور اس کے دور زوال میں نہیں بلکہ مسلسل جاری ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یورپ نے ایک طرف تعمیری کارنامے انجام دیئے ہیں تو دوسری طرف تخریبی بھی علمی و تحقیقی کارنامہ انجام دیا ہے تو بھی ان علمی و تحقیقی کارناموں کے بہتر نتائج کو تاخت و تاراج کر دیا ہے۔ اگر ایک طرف معیشت و معاشرت کے معیار کو بلند کیا ہے تو دوسری حیثیت سے مادی منفعت کے پیچھے دوڑ اور ناجائز سیاست کے نتیجہ میں اس کو پریشانیوں اور دشواریوں کا شکار بھی بنا دیا ہے۔ جس کا نتیجہ ہے کہ افریقہ اور ایشیا کے لاکھوں انسان فقر و فاقہ سے دوچار ہو کر لقمۂ اجل بن رہے ہیں، اور یورپ میں اشیاء خوردنی کی اتنی بہتات اور کثرت ہے کہ اس کے وافر مقدار کو دریا برد کرکے تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے، اس طرح مغربی تہذیب نے جہاں زندگی کی مشکلات، دشواریوں اور کشمکش کو حل کیا ہے وہیں دوسری ایسی پریشانیاں و پیچیدگیاں بھی پیدا کر دی ہیں جس کے لئے لوگوں کا خون بہایا جا رہا ہے۔

نئے پرانے درد دل، زخموں، گلٹی، فالج درد سر اور دانتوں وغیرہ کی بیماریوں کے لئے ٦٥ سالہ پرانی عجیب غریب یونانی دوا

دل آرام تیل رجسٹرڈ ١٩٩٠ء

تیار کردہ حکیم قاسم حسین لکھنؤ
اسٹاکسٹ:۔ ہارون جنرل اسٹور چکن منڈی لکھنؤ۔
نوٹ:۔ جانڈس، دعات، لکوریا، شوگر سے جلد شفایابی کے لئے ہم سے رابطہ قائم کریں۔ فون: 213629

مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری کا حادثۂ وفات

؏ ایک دیا اور بجھا اور بڑھی تاریکی

ابھی حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ کی وفات کا حادثۂ جانکاہ تازہ ہی تھا کہ دعوت و تبلیغ کے ایک نہایت خاموش اپنے کو ادنیٰ درجہ میں نمایاں کرنے کی فکر سے بے نیاز نہایت فہیم و صائب الرائے جناب مولانا اظہار الحسن صاحبؒ کا حادثۂ وفات پیش آگیا' اور اب یہ تیسرا بڑا حادثہ ٢٢ر مئی ١٩٩٦ء مطابق ١٤ر محرم الحرام ١٤١٧ھ کو پیش آگیا۔ تینوں ہی حادثے عالمگیر پیمانے پر ایک خاص طرز پر دعوت اسلام کا کام کرنے والی جماعت کے لئے نہایت جانگداز ہیں' حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی وفات کے بعد بڑے اجتماعات سے کئی کئی گھنٹہ تک پورے جوش و خروش کے ساتھ خطاب کرنے اور مجمع کو متأثر کرنے میں مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ بہت نمایاں تھے' اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے' انھوں نے اپنے آپ کو زمانۂ طالب علمی ہی سے اس کام سے اس حوصلہ و ہمت کے ساتھ جوڑ لیا تھا کہ تعلیم پر کوئی اثر نہیں پڑنے پاتا تھا بلکہ رفقاء میں ممتاز نمبروں سے کامیابی حاصل کرتے تھے' فراغت کے بعد بستی نظام الدین ہی کے ہو رہے' اور جس کام کو حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے نہایت تڑپ و بے کلی کے ساتھ شروع فرمایا تھا' اسی پر مر مٹے ؂

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے\
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مولانا عرصۂ دراز سے متعدد امراض کا شکار تھے لیکن بقول خود "مرتے مرتے کرو' اور کرتے کرتے مرو" پر عمل کرتے ہوئے اپنے لاکھوں محبین کو سوگوار چھوڑ کر اپنے رب سے جا ملے' مولانا دعوتی و تبلیغی مصروفیات کے ساتھ اپنا مطالعہ برابر جاری رکھتے تھے' مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کی تصنیفات پڑھنے کا شوق تھا اور مولانا کی تحریروں سے غذا حاصل کرتے تھے' مولانا کے انتقال سے دعوت کے میدان میں ایک ناقابل تلافی خلا پیدا ہو گیا ہے' اللہ تعالیٰ ہی اس کو اپنے فضل سے پُر فرمائے کہ اس کی ذات غنی و بے نیاز ہے' اپنے جس بندہ سے چاہے کام لے لے' اس سے کام لے لے جس کے بارے میں خیال بھی نہ ہو کہ یہ بھی اس بارِ گراں کو اٹھا سکتا ہے اور اس کی تاریخ اسلام میں بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

ہم اپنے تمام قارئین کرام سے مولانائے مرحوم کے لئے اہتمام کے ساتھ دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست کرتے ہیں۔ دعوت و تبلیغ میں لگے ہوئے بزرگوں اور بھائیوں کی تعزیت کرنے کے بجائے ان کو مولانا مرحوم کی روح کو شاد کرنے کے لئے مولانا ہی کا جملہ دہرا دیتے ہیں۔ "کرتے کرتے مرو اور مرتے مرتے کرو"۔ مولانا کے پسماندگان پر ان کی وفات سے جو غیر معمولی اثر پڑا ہو گا وہ فطری ہے اس تأثر سے بہ تقاضۂ بشریت انبیاء کرام بھی مستثنیٰ نہیں ہوئے' اللہ تعالیٰ تمام پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

شمس الحق ندوی

پردہ کی حقیقت

پاک دامانی مسلم مردوں اور عورتوں کا طرۂ امتیاز ہے

محمد ریاض الدین احمد (مقیم امریکہ)

درحقیقت مسئلہ کچھ اور ہے جسے ہمارے میڈیا نے مسلم پس ماندگی کا نقاب اڑھا کر پوری دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی مہم چلا رکھی ہے

"خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد\
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے"

نقاب اور تقویٰ

نقاب درحقیقت تقویٰ کی ایک علامت ہے۔ تقویٰ نہ ہو تو نقاب کچھ بھی نہیں علی گڑھ کی نمائش میں نقابوں کے جھرمٹ پر گزرتے ہوئے شاعر گنگنا رہا تھا ؂

نقابوں میں وہ بے نقابی کا عالم

اسلام کی عظیم الشان عمارت صرف ایک ستون پر کھڑی ہے جس کا نام تقویٰ ہے۔ اگر تقویٰ نہ ہو تو نقابوں میں بے نقابی' حجابوں میں بے حجابی پردوں میں بے پردگی کا راستہ کون روک سکتا ہے؟ روزہ' نماز' صدقہ' خیرات سب کی روح تقویٰ ہے۔

تقویٰ کا مزاج

تقویٰ کا مزاج بنا تو خاتون صحرائے گناہ سے بیزاری کا اعلان ان الفاظ میں کیا "آخر اللہ تو یہیں دیکھ رہا ہے"۔ بوسنیا کی دوشیزہ امینہ جب چتنک (CHETNIC) درندوں کے خلاف بندوق لے کر نکل آئی تو نقاب کہاں رہا؟ بالآخر جب مقابلہ کی تاب نہ لا سکی تو اعلان ان الفاظ میں کیا جو اب تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہو چکے ہیں" اے چتنک درندو! میں تمہیں اپنی جان معاف کرتی ہوں۔ تم میری "غیرت نفس کا احترام کرو" ان الفاظ کے ساتھ اس نے اپنے قتل کو قبول کر لیا۔ اب بوسنیا میں ہر سال ٨ر مارچ کو امینہ ڈے منایا جاتا ہے۔

امریکہ شہر سینٹ پال (ST. PAUL) میں ٢١ سالہ مس بیکر (MISS BAKER) نے جو اب طیبہ امۃ اللہ کے نام سے پہچانی جاتی ہیں نقاب کے خلاف قانون کو چیلنج کیا اور وہ واحد نقاب پوش طالبہ ہیں جو بلا جھجک اور بلا خوف طعنۂ اغیار اپنی یونیورسٹی میں نقاب کے ساتھ آتی ہیں۔ تقویٰ کا نقاب ہو تو عورتوں کے ہر فطری تقاضے کے لئے راستہ کھلا ہوا ہے۔

نقاب کا مقصد

اسلامی زندگی میں عفت اور عصمت عورتوں اور مردوں کا ایک بنیادی حق ہے۔ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔ یہ اصل نقاب' اصل حجاب۔ اور بے حیائی سے بچنے کے لئے اسلام بڑی سے بڑی قربانی دینے کے حق میں ہے۔ اس کے لئے قرآن میں واضح احکام اور ضابطے موجود ہیں۔ چند درج ذیل ہیں:

(١) حیا:۔ انسان لغزشوں کا پتلا ہے حیا ایسی صفت ہے جو لغزشوں کا راستہ روک کر کھڑی ہو جاتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شرم و حیا جزو ایمان ہے"۔ (مشکوٰۃ)

(٢) آنکھوں کا فتنہ:۔ امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ "آنکھوں کے فتنے سے یقینی طور پر اپنے کو بچاؤ کیونکہ تمام فتنوں کی جڑ آنکھیں ہیں"۔ اور قرآن کا اعلان ہے کہ "ایمان والوں سے کہہ دیجئے" کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنے ستر کو بچائے رکھیں"۔ اور ایمان والیوں کے لئے ارشاد ہوا" قل للمؤمنٰت یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا (النور ٢٤) (ایمان والیوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں' شرمگاہ کی حفاظت کریں اور اپنی زیبائش نہ دکھلاتی پھریں' بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے۔

(٣) پاک دامانی مسلم مردوں اور عورتوں کا طرۂ امتیاز ہے:۔ پاکی کی حفاظت پہلے آنکھوں کے ذریعہ کی گئی' پھر لباس میں بناوٹ اور بناؤ سنگار پر جسے MAKEUP کہتے ہیں پابندی لگائی گئی۔ پھر چہرے کو جس سے افشاء حسن و جمال ہے ڈھانکنے کا حکم دیا گیا" یا ایھا النبی قل لازواجك وبناتك ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذالك ادنیٰ ان یعرفن فلا یؤذین وکان اللہ غفوراً رحیما۔ (الاحزاب)

اے نبی! اپنی بیویوں' اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں لٹکا لیں۔ اس میں زیادہ امید ہے کہ وہ پہچان پڑیں گی (کہ یہ ایمان والیاں ہیں) تو ان کو کوئی ستائے گا نہیں۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے)۔

(٤) آیاتِ حجاب:۔ حجاب کی آیات ہجرت کے پانچویں سال میں نازل ہوئیں۔ اس وقت معاشرہ اتنا پر فتن ہو چکا تھا کہ پاکباز مسلم خواتین

کے لئے زندگی دوبھر ہو گئی تھی ایسی حالت میں ازواج مطہرات کے لئے حضرت عمرؓ کی پریشانی عین تقاضائے حکمت تھی۔ اس لئے انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ آپ کی ازواج مطہرات کے پاس نیک و بد ہر طرح کے لوگ آتے ہیں کیا اچھا ہوتا کہ آپ ان کو پردے میں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کے اس تقاضائے احتیاط کو شرف قبولیت بخشا۔ اور قرآن پاک کے ذریعہ ایک مکمل ضابطہ حجاب نازل فرمایا۔ جو سورہ احزاب کی آیات ۳۲ تا ۳۵ میں رہتی دنیا تک کے لئے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ ان آیات کو بغور پڑھنے سے حسب ذیل نکات پر واضح روشنی پڑتی ہے۔

پہلا۔ اگرچہ ان آیات کا تخاطب امہات المومنات کی طرف ہے اور یقیناً ان کے بلند مرتبت کا تقاضا یہی تھا کہ بات انہی سے شروع کی جائے کیونکہ جس ضابطے کی پابندی ازواج مطہرات کے لئے ضروری تھی اس سے عام عورتیں کیسے بچ سکتی تھیں۔

دوسرے یہ کہ قرآن کا انداز بیان یہی ہے کہ اکثر عوامی احکامات کے لئے صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اسی طرح ازواج مطہرات کو مخاطب کیا گیا ہے۔

اور تیسری بات یہ ہے کہ تفصیلات کی طرف بڑھتے بڑھتے کلام کا رخ عام مسلمان عورتوں اور عام مسلمان مردوں کی طرف موڑ دیا گیا ہے۔ ضابطۂ حجاب کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں۔

پہلا ضابطہ :۔ تقویٰ اختیار کرنا کیونکہ تقویٰ ہی پوری اسلامی زندگی کی بنیاد ہے۔ عورت ہو یا مرد۔ اس لئے دونوں کو نام لے کر پکارا گیا ہے۔

دوسرا ضابطہ : مردوں سے بات کرنے میں ایسا انداز نہ ہو کہ کسی فاسد قلب کے دل میں بات کرنے والی کی طرف رغبت اور لچک پیدا ہو۔ بالواسطہ یہ حکم مردوں پر بھی عائد ہوتا ہے کہ بلا ضرورت عورتوں سے بات چیت کرنے کی خواہش نہ کریں۔

تیسرا ضابطہ :۔ گھروں کے اندر قرار سے رہنا۔ قرار سے رہنے میں باہر نہ نکلنے پر پابندی نہیں ہے۔ بشرطیکہ باہر نکلنا اہم ضرورت یا مجبوری سے ہو اور عورتوں کے مخصوص دائرۂ عمل میں رکاوٹ کا باعث نہ ہو۔ عورتوں کے مخصوص عملیات یہ ہیں:

اول :۔ باہر نکلیں تو زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی طرح سے اپنے جسم اور لباس کی نمائش کرتی ہوئی نہ نکلیں اور جاہلیت کا یہ عمل تو آج تمام ترقی یافتہ ممالک میں وبا کی طرح پھیلا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے عورتوں کی عصمت دری اور جانوں کا اتلاف بڑی تعداد میں ہو رہا ہے۔

دوم :۔ اور گھروں کے اندر نماز کا اہتمام، زکوٰۃ کی ادائیگی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوئی کسر نہ ہو۔

سوم :۔ گھروں میں اللہ کی آیات اور اللہ کے احکام کا چرچا اسی طرح جاری رہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں جاری تھا۔

حجاب کے نکات

ان احکام کے بعد حجاب کے تقاضوں کی ایک لمبی فہرست گنائی گئی ہے جس کا اطلاق مردوں اور عورتوں پر برابر ہے۔ اور حجاب کے معاملے میں صرف عورتوں کو ذمہ دار قرار دینا۔ جب کہ مرد اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرتے صرف اتہام ہے۔ اس لئے مردوں اور عورتوں دونوں کو غور کرنا چاہئے کہ آیا وہ ان احکام کا حق ادا کر رہے ہیں۔

(۱) اسلام کے احکام کی پابندی (۲) ایمان پر یقین (۳) اللہ کا ڈر (۴) اللہ کی حقانیت پر یقین (۵) صدقہ و خیرات کرنا (۶) صبر کی عادت (۷) خشیۃ اللہ کا مزاج (۸) روزہ کی پابندی (۹) عصمت کی حفاظت (۱۰) اللہ کی یاد میں غفلت سے پرہیز۔

یہ دس نکات درحقیقت پردہ ہیں تمام بداعمالیوں کے خلاف۔ اور ان کو پوری طرح عمل میں لانے کی ذمہ داری مردوں اور عورتوں پر رکھی گئی ہیں۔ ان دونوں میں سے کوئی بھی بری الذمہ نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں چند واضح حقوق کی جو پامالیاں ہو رہی ہیں ان پر بھی غور کر لینا چاہئے۔

مردوں کی ذمہ داریاں

(۱) مردوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ عورتوں کو مفسدوں کی نظر بد سے محفوظ رکھیں۔ اس کے برخلاف کھلی تہذیب کے علمبردار اکثر و بیشتر خود ہی فساد پھیلانے والوں میں ہیں۔ اور حقوق نسواں کے پردے میں عورتوں کے حقوق کو پامال کرتے ہیں۔

(۲) خواتین کی عفت و عصمت کی حفاظت مردوں کی ذمہ داری ہے۔ اگر وہ اس ذمہ داری کو قبول کرتے تو کیا یہ ممکن تھا کہ ہر روز عورتوں کی عصمت دری اور خون ناحق کے جو واقعات پیش آ رہے ہیں وہ بلا رکاوٹ پیش آتے رہتے اور مغربی ممالک میں تو مرد یہ کہہ کر اور بھی بری الذمہ ہو گئے ہیں کہ عورتیں اپنی حفاظت کی خود اہل ہیں۔ اس دعوے سے عورتوں کے اوپر یہ الزام آتا ہے کہ وہ خود بدطینت اور بدکردار ہیں اس لئے وہ اپنی حفاظت نہیں کرتیں۔ اگر ایسا ہے تو عورتوں پر یہ بڑا خطرناک الزام ہے۔ اس لئے خواتین کو اس کے خلاف آواز اٹھانا برحق ہوگا۔

(۳) عورتوں کے اوپر مردوں کا کوئی حق مسلط نہیں کیا جاسکتا اگر وہ اپنی اور اپنے اہل عیال کے ایمان کی حفاظت کا اہتمام نہیں کرتے۔ یقیناً اپنے بچوں میں ایمان بیزاری کی جواب دہی سب سے زیادہ باپ پر ہے۔

(۴) عورتوں پر مردوں کا کوئی حق نہیں ہے اگر وہ اپنے گھر کی عورتوں اور اہل و عیال کے لئے ضروری اخراجات فراہم نہیں کرتے، فی زمانہ یہ تصور کہ عورتوں اور مردوں دونوں کو کمانا چاہئے تاکہ معیار زندگی بلند ہو سکے۔ بڑا پرکشش ہے۔ اور اس کے فوائد اور نقصانات پر بڑے مذاکرے ہو سکتے ہیں۔ مگر اس ایک واضح حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ قرآن نے مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت دی ہے تو اس کا سبب بھی بتا دیا کہ وہ اپنا مال ان پر خرچ کرتے ہیں۔ ایسا نہ کرکے اگر وہ ان کی کمائی سے خود استفادہ کرنا چاہیں تو اس تھوڑی سی فضیلت سے محروم ہو جاتے ہیں جو قرآن نے انھیں عطا کی ہے۔

عورتوں کی ذمہ داریاں

دوسری طرف عورتوں پر قرآن نے جو ذمہ داریاں رکھی ہیں وہ بھی تقسیم نہیں کی جاسکتیں۔ مثلاً

(۱) ایک پاکیزہ نسل کا وجود میں لانا۔ مغربی ممالک میں ناجائز بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد ایک قومی مسئلہ بن گئی ہے۔ ان سے نہ صرف قومی معاشیات پر اثر پڑ رہا ہے بلکہ قومی معاشرت اور قومی صحت بھی نرغے میں آ گئی ہے۔

(۲) رضاعت بچوں کا پیدائشی حق ہے۔ جس کے لئے قرآن نے ایک واضح مدت مقرر کر دی ہے۔ مگر بچوں کے اس بنیادی حق کی پامالی ہر گھر میں ہو رہی ہے، عورتوں کی بیرون خانہ مصروفیات رضاعت کی ذمہ داری اٹھا نہیں سکتیں۔

(۳) بچوں کی روحانی اور اخلاقی تربیت ایمان کا جز ہے۔ اس کے نقوش ماں کی گود میں بنتے ہیں۔ بچوں کو اس بنیادی حق سے محروم کرنا آج ان گھروں میں بھی شد و مد سے ہو رہا ہے جو ایمانی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

(۴) قتل اولاد دور جاہلیت کا وہ سلسلہ ہے جو اس وقت مہذب دنیا میں کھلے عام رائج ہے۔ اسقاط کے لئے زندہ بچوں کو ختم کر دینا مہذب عورتیں اپنا حق سمجھتی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ پلے پلائے بچے اپنی حرام کارانہ زندگی پر قربان کر دیتی ہیں، ایسی خبریں اخباروں میں روزانہ آتی رہتی ہیں۔ مگر میرے چند روزہ قیام امریکہ میں دو ایسے سنسنی خیز واقعات پیش آئے کہ جو مہذب امریکہ کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکا ہیں۔ یہ دو عبرتناک قصے سن لیجئے۔ ایک شادی شدہ خاتون اپنے شوہر کو چھوڑ کر ایک دوسرے نوجوان سے رشتہ قائم کرنا چاہتی تھی۔ یہ نوجوان کہتا تھا کہ میں تمہارے بچوں کا باپ نہیں بننا چاہتا خاتون نے ایک دن اپنے دونوں بچوں کو موٹر میں لے جاکر سمندر میں ڈال دیا۔ اب ان کے خلاف مقدمہ چل رہے جس کی رپورٹ اخبار [illegible] آتی رہتی ہے۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ا[illegible] علم اور ان کی گرل فرینڈ کسی ہوٹل کے ایک کمرے میں مقیم ہوئے۔ وہاں ان کی گرل فرینڈ نے ایک بچے کو جنم دیا۔ مگر ان دونوں نے اس بچے کو تھیلے میں لپیٹ کر کوڑہ خانے میں ڈال دیا۔ دوسرے دن پولیس نے بچے کو مردہ پایا۔ اب دونوں پر قتل کا مقدمہ چل رہا ہے۔

چیلنج اور اہل تقویٰ

یہ حالات اہل تقویٰ کے لئے بہت بڑا چیلنج ہیں۔ اس چیلنج کا جواب دینے کے لئے مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کو مل کر ایک محاذ بنانے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ مغربی معاشرے کے ہاتھ میں بہت زبردست میڈیا ہے۔ جس کو وہ اسلامی قوانین اور اسلامی مزاج کے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔ مگر مغربی ممالک کے مسلمان حالات سے بالکل بے خبر نہیں ہیں۔ بلکہ کچھ کرنے کے لئے تیار بھی ہیں اور کر بھی رہے ہیں۔ ان کی ان کوششوں کو علمائے حق کے سہاروں کی ضرورت ہے۔ اگر یہ سہارے کھلے دل سے میدان میں نہیں آئے تو ملت اسلامیہ کے لئے ایک بڑا المیہ ہوگا۔

ظاہر ہے کہ اب عورتوں پر کوئی تحکمانہ مزاج کارگر نہیں ہو سکتا۔ لیکن تعلیم اور ترغیب سے بہت سے مراحل طے ہو سکتے ہیں۔ علمائے کرام اور نئی نسل کے اسلام پسندوں کے درمیان نئے روابط قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ ان کے لئے عربی مدارس میں تیز رفتار عربی۔ قرآن اور حدیث کے کورس چلانے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ عرب ممالک میں غیر عرب باشندوں کے لئے عربی کا کورس چل رہا ہے۔ اور مسلم اسکولوں میں عربی کی تعلیم لازمی قرار دی جائے۔ ساتھ ہی ساتھ عربی کے اساتذہ کی مخصوص تربیت کا انتظام تمام بڑی بڑی عربی درسگاہوں میں ہونا چاہئے۔ ٹریننگ کے درمیان ماہرین عربی اور ماڈرن ایجوکیشن کے ماہرین کی مشترکہ کوشش سے تیار ہونا بہتر ہوگا۔ خواتین خانہ کو اتنی عربی آنا چاہئے جو قرآن کے سمجھنے میں مددگار ہو۔ اور وہ خود اپنے مسائل کو قرآن کی روشنی میں حل کر سکیں۔

دعائے مغفرت

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ڈاکٹر جناب الشیخ ابرار قدوائی کے بہنوئی جناب احترام علی صدیقی کا نشاط گنج لکھنؤ میں ۵۵ سال کی عمر میں مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۹۶ء کو انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

نابغۂ روزگار ممتاز محدث علامہ شیخ عبدالفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ

تأثرات و حالات

علی احمد ندوی (ریاض)

١٦ر فروری ١٩٩٦ء کو علامہ عبدالفتاح ابو غدہ انتقال فرما گئے۔ شیخ سال بھر سے علیل رہنے لگے تھے لیکن علمی اشتغال اور دیگر معمولات زندگی میں کوئی فرق نہیں تھا، البتہ نگاہ کی کمزوری کی وجہ سے کچھ فکرمند و پریشان خاطر تھے اس لئے کہ اس ظاہری بصارت کا۔ جو خدائے تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ اس علمی بصیرت سے بڑا قوی رشتہ تھا جو علم و تحقیق کے لئے سب سے بڑا ہتھیار و سہارا تھی۔ لہٰذا آنکھ کے علاج و آپریشن کی غرض سے دو ماہ قبل شعبان میں ریاض کے مشہور اسپتال "مستشفی العیون" میں داخل ہوئے اور ایک آنکھ کا آپریشن کیا گیا، اس دوران عیادت کے لئے حاضر ہوا تو شیخ کو بہت نڈھال پایا اگرچہ اس جسمانی کمزوری کا بشاشت و شگفتگی پر کوئی اثر نہیں تھا، اور پھر رمضان المبارک کے وسط میں شیخ سے فون پر رابطہ قائم کیا اور پرسش کر قلق ہوا کہ آپریشن کامیاب نہیں ہوسکا، اس پر مزید حسرت یہ کہ غذا کی مسلسل کمی اور دواؤں کے کثرت استعمال نے جگر اور گردوں کے فعل کو بری طرح متاثر کردیا اور صورتحال پیچیدہ و سنگین ہونے لگی اور بقول ڈاکٹر امین۔ شیخ کے منجھلے صاحبزادے ٢٧ر رمضان المبارک سے اچانک نمایاں انحطاط شروع ہوا اور فوری طور پر ریاض کے مشہور ہسپتال مستشفی فیصل التخصصی میں داخل کئے گئے، لیکن ڈاکٹروں کو مرض کی صحیح تشخیص تک رسائی میں دو روز لگ گئے اور پھر شدت مرض میں شیخ ہوش میں نہیں رہے، اس دار فانی سے رحلت تک یہی حال رہا اور نگاہ و زبان بند رہی البتہ کبھی کبھی معمولی افاقہ بھی ہوتا رہا، انتقال سے دو روز قبل دیدار کے لئے حاضر ہوا، اس وقت شیخ کے اہل خاندان میں سے تینوں صاحبزادگان جناب زاہد (انجینیر)، ڈاکٹر امین (طبیب) اور چھوٹے صاحبزادہ شیخ سلمان (عالم دین) نیز دیگر اعزہ و تلامذہ و متعلقین شیخ کے پلنگ کے اردگرد جمع تھے، ہر ایک کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے اور حسرت آمیز نگاہوں سے شیخ کو دیکھ رہے تھے۔ شیخ کے نور جبین اور چہرہ کی شادابی سے یاس و قنوط کے آثار تو نہیں ظاہر تھے لیکن جگر و گردوں کا فعل بالکل معطل ہو چکا تھا اور یہ محسوس کیا جارہا تھا کہ سفر آخرت کا وقت موعود قریب ہے اور اب یہ چراغ علم جھلملا رہا ہے بالآخر آج صبح۔ ١٦ر فروری ١٩٩٦ء۔ چار بجے پیغام اجل آگیا اور روح قفس عنصری سے نکل کر عالم بالا کو پرواز کرگئی۔ غفر الله له ورحمه ورفع درجاته۔

چشم زدن میں یہ سنسنی خیز خبر ہر جگہ پھیل گئی اور ہر طرف غم کی لہر دوڑ گئی، اور شیخ کے اہل خاندان کے علاوہ پورے عالم اسلام میں اس حادثہ کو بہت محسوس کیا گیا، آپ کے مخصوص تلامذہ میں آپ کے شاگرد ارشد شیخ محمد عوامہ (مقیم مدینہ منورہ) اور زمیل عزیز شیخ محمد علی مراد حموی مدنی اور شیخ کے استاذ گرامی استاذ مصطفیٰ زرقا صاحب پر اس واقعہ کا غیر معمولی اثر دیکھا گیا۔ راقم نے مؤخر الذکر استاذ زرقا صاحب کو احتیاط کے ساتھ ایک رقعہ پر لکھ کر اس واقعہ کی اطلاع دی اس لئے کہ شاگرد و استاذ کے درمیان بے مثال الفت و محبت کا رشتہ تھا جس کا بارہا مشاہدہ کیا گیا اور بقول ڈاکٹر محمد علی ہاشمی اس دور میں استاذ و شاگرد میں ایسا والہانہ تعلق بہت کم دیکھا گیا... لیکن راقم سطور کی یہ احتیاطی تحریر اس حادثۂ فاجعہ کے اثر و صدمہ کو کچھ کم نہیں کرسکی، پڑھ کر استاذ زرقا صاحب اس طرح روئے کہ ریسرچ سنٹر کے کارکنوں کو موصوف کے اردگرد جمع کردیا، استاذ جلیل گریہ وزاری کے ساتھ یہ جملہ دہراتے رہے کہ "سو سال میں بھی شیخ عبدالفتاح کا بدل ملنا بظاہر مشکل نظر آتا ہے... علم و فضل و تقویٰ کا ایک ورق لپیٹ دیا گیا۔"

دوسرے روز ریاض کے ایک علاقہ "زکوٰۃ" کی مسجد الراجحی میں ظہر کی نماز کے بعد نماز جنازہ ہوئی اور بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی، اس جم غفیر کو دیکھ کر شیخ کی قدر و منزلت و محبوبیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔ شام کو ساڑھے چار بجے ہوائی جہاز سے جنازہ مدینہ طیبہ منتقل کیا گیا اور مسجد نبوی شریف میں عشاء کی نماز کے بعد نماز جنازہ ہوئی اور جنۃ البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔

خاندان، پیدائش، تعلیم و تدریس

شیخ کا پورا نام عبدالفتاح بن محمد بن بشیر ابو غدہ ہے۔ شام کے مشہور تاریخی شہر حلب کے ایک معروف خاندان میں جس کا چند پشتوں سے آبائی پیشہ کپڑوں کی تجارت تھا۔ ١٩١٧ء میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد شیخ "محمد" بڑے صالح و متقی اور کچھ علم آشنا تاجر تھے۔ اور یہ بات قابل ذکر ہے کہ اصلاً شیخ کے خاندان کا شجرۂ نسب جلیل القدر صحابی حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔

شیخ کی تعلیم کا آغاز ایک پرائیویٹ غیر سرکاری مدرسے سے ہوا، اور پھر ١٩٣٦ء سے ١٩٤٢ء تک مدرسۂ خسرویہ نامی ایک سرکاری مدرسہ میں زیر تعلیم رہے، اور چھ سال کی اس مدت میں اپنے تمام رفقاء درس پر فائق رہے اور حلب میں نو عمری ہی سے آپ کی سلامتی طبع و صلاح کا غلغلہ بلند ہوا، جدھر جاتے رشک کی نظر سے دیکھے جاتے۔

ابتدائی دور کے آپ کے ممتاز و نامور اساتذہ میں مؤرخ حلب علامہ راغب طباخؒ، علامہ احمد زرقاؒ شیخ مصطفیٰ زرقا صاحب کے والد ماجد، علامہ محمد الرشیدؒ، شیخ نجیب سراج الدینؒ، شیخ احمد کردیؒ اور عارف باللہ و فقیہ راسخ شیخ عیسیٰ بیانونیؒ قابل ذکر ہیں۔ اسی زمانہ کے اساتذہ میں سے فقیہ العصر استاذ مصطفیٰ زرقا صاحب اور شیخ محمد سلقینی ماشاء اللہ بقید حیات ہیں اور دونوں بزرگوں کی عمر ٩٣ سال ہے، خدائے تعالیٰ عمر و علم میں مزید برکت عطا فرمائے اور شاگرد رشید کو اپنی خاص رحمت سے نوازے۔

اول الذکر استاذ زرقا صاحب سے شیخ عبدالفتاحؒ نے مدرسہ خسرویہ میں باقاعدہ مقررہ اسباق پڑھے، نیز موصوف کے "جامع الجز" کے خصوصی سلسلۂ درس میں بڑے اہتمام سے شریک ہوتے رہے، اور اسی دوران استاذ زرقا صاحب سے امام محمدؒ کی "الجامع الصغیر"، علامہ ملا خسرو ترکی کی "درر الحکام شرح غرر الاحکام"۔ جو مذہب حنفی کی جامع کتابوں میں ہے۔ امام ابو اسحاق شاطبی مالکی کی اصول و مقاصد پر نفیس و بے نظیر کتاب "الموافقات" کا بیشتر حصہ اور بلاغت میں یحییٰ بن حمزہ کی کتاب "الطراز"۔ ان چاروں کتابوں کو پڑھا۔

پھر ١٩٤٤ء میں شیخ نے مزید سلسلۂ تعلیم کو جاری رکھنے کے لئے مصر کا رخ کیا اور جامع ازہر کے کلیۃ الشریعہ میں داخل ہوئے، آپ کے خواص اساتذہ میں شیخ محمود خلیفہ، شیخ عبدالرحیم فرغلی، شیخ عبدالرحیم کشکی، علامہ عبدالمجید دراز، علامہ عیسیٰ منون، علامہ محمد خضر حسین تونسی (جو بعد میں شیخ الازہر کے منصب پر فائز ہوئے)، علامہ محمود شلتوت (شیخ الازہر)، علامہ یوسف دجوی جیسے چوٹی کے علماء شامل ہیں۔

کلیۃ الشریعہ کے دائرہ سے ہٹ کر دیگر نامور علماء کے دروس و لکچرز میں بھی وقتاً فوقتاً شریک ہوتے رہے جن میں سے استاذ عبدالوہاب خلاف۔ صاحب علم اصول الفقہ۔ اور استاذ عبدالوہاب حمودہ بڑے لائق و فائق لوگوں میں سے تھے۔

١٩٤٨ء میں شیخ کلیۃ الشریعہ سے فارغ التحصیل ہوئے اور عالمیت کی سند لی اور پھر "ازہر" ہی کے تابع کلیۃ اللغۃ العربیۃ میں اصول تدریس سے متعلق تخصص میں دو سال کے لئے داخلہ لیا۔

شیخ نے مصر کے قیام کے زمانہ میں اپنے آپ کو "ازہر" کے حصار میں محبوس نہیں رکھا بلکہ حلقۂ اساتذہ کو وسیع کیا اور فلسفہ و حکمت کے امام شیخ مصطفیٰ صبری ترکی، حدیث شریف کے مشہور عالم عبداللہ غماری مغربی، علامہ احمد محمد شاکر اور علامہ جلیل محمد زاہد کوثری سے بہت خصوصی تعلق رکھا اور آخر الذکر سے تو غیر معمولی وابستگی رہی۔

نیز یہ بات خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ شیخ نے مصر جاتے ہی امام حسن البناء سے بھی رابطہ قائم کیا اور ان کے دبستان علم سے قریب ہوکر اپنی فکر، اجتماعی مزاج اور جہاد کے ولولہ کو انگیز کیا، استاذ البناء کے واقعۂ شہادت تک پابندی سے ہر منگل کے روز ان کے درس میں حاضر ہوتے رہے۔

١٩٥٠ء میں شیخ مصر کے علمی سرچشموں سے سیراب ہوکر شام واپس لوٹ آئے اور ١٩٥١ء میں جب وزارت تعلیم کی طرف سے علم الأدیان اور ثقافت اسلامیہ کا موضوع پڑھانے کے لئے انتخاب کا اعلان کیا گیا تو شیخ انٹرویو میں فائز اول تھے اور پھر گیارہ سال مسلسل حلب کے مدارس میں ثقافت و تربیت اور دیگر دینی موضوعات کے استاذ کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رہے۔ نیز استاذ احمد بیانونیؒ کے ساتھ مل کر کورس کی کچھ کتابیں بھی تیار کیں۔

اور پھر کلیۃ الشریعہ جامعۂ دمشق میں بحیثیت استاذ فقہ طلب کئے گئے اور تین سال تک مذہب حنفی، فقہ مقارن۔ تقابلی مطالعہ۔ اور اصول فقہ پڑھاتے رہے۔ پھر ١٩٦٥ء میں ملک شام کے سنگین حالات اور حکام کے "اخوان المسلمین" پر ظلم و استبداد کے نتیجہ میں شیخ مجبوراً وطن چھوڑ کر "قطر" کے لئے روانہ ہوگئے، کچھ عرصہ وہاں قیام کے بعد سعودی عرب منتقل ہوگئے، شیخ یہاں جامعۃ الامام محمد بن سعود کے کلیۃ الشریعہ میں بحیثیت استاذ حدیث تشریف لائے اور جامعہ کے شعبۂ شریعت اور قضاء کے دونوں شعبہ

(باقی صـ٣٠ پر)

برطانوی پادری کی

مسیحیوں کو اسلامی تعلیمات سے استفادہ کی دعوت

محمد احمد ندوی

اخبار العالم الاسلامی کے تازہ شمارہ میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ شمال مشرقی انگلستان کے شہر نیو کاسل کے قریب جارو علاقے کے ایک انجلیکن چرچ کے پادری الن سمبنسون نے انجیل چھوڑ کر قرآن مجید کے مطالعہ کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ چھ ہفتہ تک یکسو ہو کر قرآن کا مطالعہ کرتا رہا۔ اور اس کے معانی پر غور کرتا رہا۔ یومیہ پڑھنے کا معمول ۲۰ صفحہ تھا۔ پادری الن سمبنسون جب قرآن کے مطالعہ سے فارغ ہوا تو اس نے عیسائیوں پر زور دیکر کہا کہ عیسائیوں کو ادب و احترام پاس و لحاظ اور تقدس کی تعلیم اسلام سے حاصل کرنی چاہیئے۔ یہ اس کا بیان ہے کہ اس کو قرآن مجید میں ایسے حقائق نظر آتے جو اصل عیسائی تعلیمات کے عین مطابق ہیں اس وجہ سے میرے لیے انجیل چھوڑ کر قرآن کا مطالعہ کرنا کوئی قابل افسوس بات نہیں ہے۔

اس کا بیان ہے کہ اسلام اور عیسائیت دونوں مذہبوں میں اختلاف کے باوجود بہت سے پہلو ہیں جو دونوں مذہبوں کی مقدس کتابوں میں مشترک ہیں۔ اس نے یہ امید ظاہر کی ہے کہ ایک نہ ایک دن مسلمان اور عیسائی ایک جگہ سر جوڑ کر بیٹھیں گے اور ایک دوسرے کی بات و خیالات کو پورے احترام و اہمیت کے ساتھ سنیں گے۔

برطانوی پادری کے مذکورہ بیان سے انجلیکن چرچ کے قدامت پرستوں میں غصہ کی لہر دوڑ گئی اور اس کے اس بیان کو سنجیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا۔

چنانچہ نیو کاسل شہر کے پادری کا خیال ہے کہ پادری کا مذکور انجیل چھوڑنے کے متعلق کہنا اور فیصلہ کرنا چاہے وہ جزئی طور پر ہو، کوئی پسندیدہ بات نہیں ہے کیونکہ اس کے خیال کے مطابق اس صورت میں لوگوں تک خدا کے پیغام کو جو پہنچانے کا ذریعہ اور اصل سرچشمہ ہے اس سے انقطاع لازم آتا ہے۔ مگر دوسری طرف پادری سمبنسون کا کہنا ہے کہ بجائے اس کے کہ لوگ مجھ پر اعتراض کریں فی الحال ان کو مجھ سے یہ استفسار کرنا چاہیئے کہ قرآن کیا چیز ہے۔ کن موضوعات پر وہ مشتمل ہے اور کون کون سے مسائل اس میں بیان کئے گئے ہیں

بریتوریا کورٹ کی جج کا قبول اسلام

حال ہی میں جنوبی افریقہ کی ایک خاتون نے اسلام قبول کیا جن کا تعلق سفید فام کے افریقی شاخ سے ہے۔ یہ خاتون بریتوریا کورٹ کی جج کے عہدہ پر فائز ہیں۔ اس مذہب و خاندان کی یہ پہلی خاتون ہیں جنھوں نے اسلام کو مذہب کے طور پر اختیار کیا ہے۔

جنوبی افریقہ میں رابطہ عالم اسلامی کے نمائندہ اور توحید اسلامی سینٹر کے ہیڈ شیخ عبدالسلام جاد بسیونی نے جب ان کے سامنے اسلام کے محاسن اور اس کی اعلیٰ تعلیمات کو پیش کیا تو اللہ نے ان کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیا۔ اور انھوں نے اسلام کو اپنے سینے سے لگالیا۔ اسلام لانے سے پہلے ان کا نام توری تھا مگر اسلام لانے کے بعد ان کا نام سارہ رکھا گیا۔

شیخ عبدالسلام نے مصری ایرلائنز (Air Linese) کے عملہ کے ہیڈ محمد محرز مصری کے ساتھ ان کا عقد مسنون بھی ہوا۔ اس خوشگوار فریضہ کو شیخ عبدالسلام نے انجام دیا اور وہیں انھوں نے اپنے گھر پر خوشی میں ایک پارٹی کی جس میں علاقہ کی مسلم خواتین کی ایک خاصی تعداد نے شرکت کی

اسرائیلی فوج کے ایک ہزار سے زیادہ افراد میدان جنگ سے فرار

سال گذشتہ اسرائیلی فوج کو جنوبی لبنان میں جو زبردست نقصان اٹھانا پڑا اس کی وجہ سے اسرائیلی فوج میں عربوں سے برسرپیکار ہونے کی ہمت بالکل پست ہوتی نظر آرہی ہے بلکہ محاذ جنگ سے فرار کا جذبہ بڑی تیزی کے ساتھ چڑھ رہا ہے اور یہاں تک اس کی نوبت آگئی ہے کہ مقبوضہ سرحدی علاقہ میں تعینات فوج پر منفی اثرات پڑ رہے ہیں اور وہ محاذ جنگ چھوڑ چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں۔

چنانچہ معتبر و مصدقہ رپورٹ کے مطابق

اب تک محاذ جنگ چھوڑ کر بھاگنے والوں کی تعداد ۱۰۲۷ بتائی جاتی ہے۔ اور یہ صورت خاص طور سے موجودہ اسرائیلی وزیر اعظم نیتان یاہو کی حکومت کی تشکیل کے وقت سے پیدا ہوئی۔

اسرائیل کے طبیبوں کی یونین نفوزات دفاع اور اسرائیلی کی NABSIOUN INTELLIGENCE OF WAR کو حال ہی میں جو رپورٹیں بھیجی ہیں ان کی بنیاد پر ذرائع کا کہنا ہے کہ جنوبی لبنان کا مقابلہ کرنے سے بھاگنے کی بنیادی وجہ خوف و دہشت ہے۔ خاص طور سے مسلسل خودکشی کے واقعات کے بعد خوف اور زیادہ بڑھ گیا ہے جیسا کہ محاذ جنگ سے فرار ہونے والوں نے INQUAIRY COMMISSIONS کے سامنے اپنے بیانات میں کہا کہ وہ امن کے خواہشمند ہیں اور زندہ رہنا چاہتے ہیں موت نہیں چاہتے ہیں۔ اور بعضوں نے یہ بیان دیا کہ وہ اپنا وطن چھوڑ کر اسرائیلی زندگی بسر کرنے کے لیے آئے ہیں، اس لیے نہیں آئے ہیں کہ وہ جنوبی لبنان میں حکومت کی تجویز پر اپنی جان گنوائیں۔

کنڈولنس یونٹ :

میڈیا کی رپورٹوں نے یہ انکشاف کیا ہے کہ اسرائیلی فوج میں کام کرنے والے ایک یونین کنڈولنس کے نام سے تشکیل کی گئی ہے یہ یونین دو گروپوں پر مشتمل ہے نیز دونوں گروپوں میں ٹریننگ یافتہ خواتین شامل ہیں۔ پہلے گروپ کا سرکاری طور پر جنگ میں مرنے والے بچوں کی خبریں منتقل کرنا اور خاندانوں کی تعزیت کرنا اور چند دن اہل خانہ کے ساتھ ٹھہر کر ان کی دلداری کرنا ہے اور دوسرے گروپ کا عمل جنوبی لبنان کی کارروائیوں سے پریشان ہونے والے لوگوں کو راحت پہونچانا ہے۔

رپورٹوں کا یہ خیال ہے کہ اس یونین کی تشکیل اس بات کی غماز ہے کہ جنوبی لبنان میں موجود اسرائیلی فوج کی نفسیاتی حالت کس حد تک ابتر ہوچکی ہے اسی شعور نے جنوبی لبنان میں اسرائیلی فوج کو نئی کارروائی کرنے سے باز رکھا ہے جبکہ جنوبی لبنان میں نہ معلوم عناصر کی طرف سے کات سوشاہ میزائل چھوڑے گئے۔ لیکن اس کے باوجود اسرائیلی فوج کارروائی نمبر ۲ کرنے سے باز رہی۔

ذرائع نے یہ بھی ذکر کیا کہ اسرائیلی انٹیلی جنس رپورٹیں اس فوجی کارروائی سے اغماض کر رہی ہیں۔ اس طور پر کہ خوف اور بے چینی اور سیکڑوں اسرائیلی فوجیوں میں جنگ کے عدم اطمینان کی جو صورت حال پائی جارہی ہے اس میں ہاتھ ڈالنے سے ڈرایا ہے۔

امریکہ میں ایک کام کرنے والے مسلمان کو دو ملین اور نو ۹ لاکھ ڈالر کا معاوضہ

یونائیٹیڈ ایرلائنز میں کام کرنے والے ایک مسلمان کو کیلی فورنیا کی عدالت نے دو ملین اور ۹ لاکھ ڈالر معاوضہ کے طور پر دینے کا فیصلہ کیا ہے کیوں کہ دینی اور قومی بنیاد پر اس کے ساتھ امتیاز برت کر اس کو نقصان پہونچانے کی کوشش کی گئی تھی امریکا میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا اقدام ہے۔

کارکن کا نام احمد ابوعزیز اور شہریت اردن ہے۔ انھوں نے ۱۹۹۴ء میں کمپنی میں کام شروع کیا تھا، لیکن دو مہینہ سے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ان کو اس کمپنی میں طرح طرح کی دشواریوں سے دوچار ہونا پڑا۔ اور طرح طرح کے ناموں سے ان کو موسوم کیا جانے لگا۔ کبھی ان کو دہشت گرد کہا جاتا۔ کبھی ان کا نام لے کر ان کا مذاق اڑایا جاتا اور کبھی ایسے تبصرے کیے جاتے جس سے ان کے دین اور ان کی قومیت پر آنچ آتی۔ مزید برآں کام کے دوران ایسے مشقت کے کام ان کے سپرد کیے جاتے جو نہایت ہی شاق و دشوار ہوتے۔ لیکن جب ابوعزیز نے کمپنی کے ذمہ داروں سے ان ناشائستہ باتوں کی شکایت کی تو ان کے ساتھ سرکشی برتی گئی۔ اور ان کا نام بدل دیا گیا۔ مگر کوئی ایسی کارروائی نہیں کی گئی جس سے وہ آئندہ کے لیے بھی محفوظ ہوسکیں۔ بلکہ یہاں تک نوبت آئی کہ شکایت کے چھ ہفتہ کے بعد کمپنی نے بے بنیاد باتوں کی وجہ سے کہ وہ اپنی ڈیوٹی تندہی کے ساتھ انجام نہیں دیتے ہیں، ان کو کمپنی سے الگ کردیا۔

دو ہفتے کی مسلسل عدالتی کارروائی کے بعد وہاں کی جیوری عدالت نے کمپنی کی طرف سے ابوعزیز پر تھوپے جانے والے الزامات کو بے بنیاد قرار دیتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ ابوعزیز کو ان کے نام سے محروم کرنے کی یہ ایک سازش تھی۔ اور جن کا مقصد ان کے خلاف امتیاز پر مبنی تجویز کو چھپانا تھا، اسی لیے جیوری نے یہ فیصلہ کیا کہ ابوعزیز کو تقریباً دو لاکھ ۴۴ ہزار ڈالر مالی نقصان کی وجہ سے معاوضہ کے طور پر دیا جائے اور ۵۰ ہزار ڈالر اس لیے دیا جائے کہ ان کو طاقت سے زیادہ کام کا مکلف بنا کر ان کو جسمانی تکلیف دی گئی اور دو ملین چھ لاکھ ستر ہزار تادیبی معاوضہ ان کو ملنا چاہیئے۔

ابوعزیز نے اس تجویز پر اطمینان کا اظہار کیا جس نے ان کے موقف کی تائید کی اور انھوں نے امریکا کی اسلامی تنظیم برائے تعلقات کے سامنے یہ بات کہی کہ مسلمانوں کے خلاف کام کے دوران جو امتیاز برتا جائے اس سے ان کو گھبرانا نہیں چاہیے۔ اور اس سے زدس نہیں ہونا چاہیے بلکہ ان کو اس کے لیے کوشاں رہنا چاہیے کہ وہ اسلام اور اسلامی تہذیب وثقافت کے میدان میں کام کرنے والے احباب کو اسلامی معلومات کی غذا فراہم کرتے رہیں۔

خادم الحرمین الشریفین کے خرچ پر ایک ہزار چیچنیائی مسلمانوں نے فریضۂ حج ادا کیا

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کے حکم پر اس سال ایک ہزار چیچنیائی مسلمانوں نے فریضۂ حج ادا کیا۔ وہ سرکاری مہمان رہے۔ اور ان کی آمدورفت کا خرچ ان کے ذمہ ہوگا۔

وزیر برائے اسلامی امور واوقاف ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی نے خادم الحرمین کے اس فیصلے کو ایک بہت بڑا کارنامہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ مشرق ومغرب کے مسلمانوں کی طرف موصوف کی عنایت وتوجہ کی یہ ایک خاص نشانی ہے اور بالخصوص چیچنیائی مسلمانوں

باقی صـ۳۴ پر

دعائے مغفرت

دارالعلوم ندوۃ العلماء سے خاص تعلق رکھنے والے اور تعمیر حیات کے سرگرم حامی مولانا محمد اقبال ندوی بھٹکلی کی اہلیہ کا چند ماہ قبل انتقال ہوگیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند، دیندار، صالح خاتون تھیں، قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

● تعمیر حیات کے قدرداں اور اس کی توسیع اشاعت میں سرگرم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے عقیدت مند جناب قاری محمد حسین صاحب رامپوری کی والدہ، بہن اور بہنوئی حج کے موقع پر حادثہ منیٰ میں شہید ہوگئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ سبھی مرحومین کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرما کر جنت الفردوس عطا فرمائے اور متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازے۔

ادارہ تعمیر حیات قاری صاحب اور دیگر پسماندگان کی تعزیت کرتا ہے اور صبر وثبات کی دعا کرتا ہے۔

بمبئی کے قارئینِ "تعمیر حیات" سے

بمبئی کے قارئینِ تعمیر حیات حضرات سے گذارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں۔ وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S. V. Patel Road, Null bazaar, Bombay-400 003.
Tele. : Add Cupketle Tel. : 3762220/3728708
Tel. (R) 3095852

۲۴ نمبر اور ۱۲ نمبر کی اسپیشل چائے حاصل کیجیے۔

قنوج کے قدیم مشہور ومعروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ واعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔

فون نمبر: ۵۴۴۴۴۳

محمد لیسین محمد یامین تاجران عطر

ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی

آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رح کا مختصر سوانحی خاکہ

● مولانا عبدالقادر صاحب ندوی گجراتی

۱۳ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۹۹۷ء بدھ سہ پہر گذر چکی تو حسب معمول دارالعلوم ندوۃ العلماء میں سناٹا چھایا ہوا تھا، اور صبح صادق سے ۲ر ۱/۲ ۲ بجے تک مسلسل مشغولی کے بعد لوگ قیلولہ کے لیے لیٹ چکے تھے۔ کہ اچانک ٹھیک چار بجے ایک طالب علم ایک عظیم سانحہ کی اطلاع لے کر آیا اور اس نے دروازہ پر دستک دے کر یہ المناک خبر سنائی کہ مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری کا دہلی مرکز میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خبر ہوش ربا تھی یقین کرنے کو دل تیار نہیں تھا مگر کیا کیجیے انسان کی اس مجبوری کو کہ بہت سی ایسی ناگوار باتیں جن کو تسلیم کرنا دل گوارہ نہیں کرتا، تسلیم کرنی پڑتی ہیں۔ اور اسی طرح اس خبر کو بھی ماننا ہی پڑا، باوجود یہ کہ زبان پر بار بار انا للہ کے الفاظ جاری تھے اور دل ودماغ پریشان، کچھ سکون ملا تو اس وقت ملا جب بعد نماز عصر شیخ العرب والعجم داعی کبیر نمونۂ سلف سید الطائفہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم وابقاہ اللہ طویلا کی خدمت میں حاضری پر حضرت نے تعزیت فرمائی (حضرت کی خورد نوازی اور احقر کے مرحوم سے ہم وطن کے ناطہ سے) اور حاضرین مجلس اور باشندگان دارالعلوم میں سے بھی متعدد حضرات نے مثلاً حضرت مولانا مفتی برہان الدین صاحب سنبھلی، حضرت مولانا شمس الحق صاحب ندوی ایڈیٹر تعمیر حیات اور حضرت مولانا عتیق احمد صاحب بستوی قاسمی وغیرہ وغیرہ حضرات۔

مولانا محمد عمر صاحبؒ کا عنداللہ کیا مقام تھا وہ تو علیم وخبیر ہی جانتا ہے، باقی اس دعوت وتبلیغ میں (جس کی گہرائی وگیرائی اور وسعت وپھیلاؤ میں نظیر ملنا مشکل ہے) وہ جس حیثیت کے مالک تھے وہ ارباب علم وفضل خوب جانتے ہیں اور اس تحریک کے عالمی مرکز بستی حضرت نظام الدین اولیاءؒ کاشف العلوم کی بنگلہ والی مسجد میں ان کی جو مرکزی اور ریڑھ کی ہڈی کی پوزیشن تھی اس سے خواص واقف ہیں۔ بہرحال جانا ہر ایک کو ہے اور صبر بندہ کا فرض ہے اس لیے ہم بجز فیصلہ خداوندی پر رضا وتسلیم اور مرضی مولی از ہمہ اولیٰ کچھ نہ کہہ سکتے ہیں نہ کہتے ہیں۔

مولانا محمد عمر صاحب کی وفات سے دعوت وتبلیغ کے میدان میں خاص طور پر جو عظیم نقصان ہوا ہے اس کی تلافی ظاہری امکان سے بہت دور کی بات ہے اور خداوند قدوس کی خصوصی نظر کرم ہی اس کی صورت بنا سکتی ہے، باقی دیگر کسی کے بس کی بات نہیں۔

مولانا محمد عمر صاحبؒ کون تھے؟ کس خاندان سے تعلق رکھتے تھے، ان کا وطن، ان کی تعلیم وتربیت اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اس اونچے مقام تک کیسے پہونچے۔ ان باتوں سے اکثر لوگ ناواقف ہوں گے اور جانتے ہوں گے تو کم ہی،

مولانا محمد عمر صاحبؒ کی جائے پیدائش "گٹھامن" پالنپور شمالی گجرات کا ایک دیہات ہے پالنپور آزادی سے قبل مسلم ریاست کا مرکزی مقام تھا جس کے آخری دور کے نواب مہدوی مذہب کے پیرو ہوگئے تھے۔ اب یہ شہر ضلع بناس کانٹھا کا صدر مقام ہے۔

مولانا کا خاندانی تعلق مومن برادری سے تھا جو بمبئی میں چیلیہ کے نام سے مشہور ہے اور ہوٹل کے کاروبار میں نمبر اول کا مقام رکھتی ہے گو دیگر کاروبار بھی ان کے پاس ہیں لیکن ہوٹل قائم کرنے اور چلانے میں جو مہارت ان کو ہندوستان میں حاصل ہے کسی قوم کو کم ہی ایسی مہارت ہوگی۔

ویسے یہ برادری پالنپور اور اس کے اطراف میں دور تک پھیلی ہوئی ہے جفاکشی اور محنت ان کی فطرت میں ہے دین سے لگاؤ کی وجہ سے عام طور پر ایمانداری کی شہرت ان کا طرۂ امتیاز ہے مولانا محمد عمر صاحبؒ اسی برادری کا ایک قیمتی گوہر تھے جن کی کچھ بلند صفات نے ان کو ہندوستان کی

مایہ ناز اور عالمی شہرت کی شخصیت بنادیا تھا۔

مولانا کی قوم جو دو ڈھائی صدی قبل ایک مصلح کبیر کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئی تھی۔ اور ماضی قریب میں پھر جہالت وشیعیت کے دلدل میں پھنس گئی تھی اس کو اللہ نے اس علاقہ کے مخلص وداعی مرد خدا مولانا محمد نذیر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ راہ راست کی ہدایت دی اور راسخ العقیدہ سنی بنایا بلکہ مولانا نذیر میاں صاحب کی دعوت وطریقہ اصلاح کی وجہ سے خود قوم میں بھی اصلاحی مزاج پیدا فرمادیا۔ جس پر حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت وتبلیغ نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ اور پوری قوم کو خاص دینی رنگ میں رنگ دیا جس کی برکت سے دین کے ساتھ دنیا میں بھی قوم نے بے انتہا ترقی کی۔

مولانا محمد عمر صاحبؒ کا گھرانہ حضرت مولانا نذیر میاں صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتی جدوجہد کی عام تاثیر کی وجہ سے دیندار گھرانہ تھا خصوصاً ان کی والدہ اور دادی جن کی دینداری کے قصے خود مولانا محمد عمر صاحبؒ سے بارہا سنے اسی دینداری کی وجہ سے ان کو دینی تعلیم دلائی گئی جس کو انھوں نے بڑی محنت وجانفشانی سے حاصل کیا اور اس میں رسوخ پیدا کیا۔ مولانا اپنے مقصد کی تحصیل میں محنت وجدوجہد اور انتھک کوشش قوم وخاندان سے وراثت میں پائی تھی۔ اسی پر راہ حق اور علم کے راستہ میں قربانی کے جذبہ نے چند در چند ترقی دے کر انتہا تک پہنچادیا تھا۔ چنانچہ اسی محنت کی وجہ سے مولانا طالب علمی میں بیمار ہوگئے اور شدید بیمار ہوگئے حتیٰ کہ اطباء کے مشورہ سے تعلیم چھوڑ کر علاج کے لیے بمبئی رہنا پڑا۔ ایک طویل مدت علاج کے بعد شفایاب ہوئے تب مادر علمی دارالعلوم دیوبند واپس آکر اپنی تعلیم کی تکمیل کی اور دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔

مولانا محمد عمر صاحبؒ کے لیے بڑی خوش قسمتی کی بات تھی کہ دوبارہ دیوبند واپس ہونے سے قبل ہی داعی عظیم حضرت جی مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق پیدا ہوگیا۔ اور وہ اتنا بڑھتا گیا کہ مولانا حضرت جی ہی کے ہوکر رہ گئے حتی کہ چند ہی سالوں میں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا دست وبازو بن گئے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد حضرت جی کی وفات پر جب حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے امارت کی ذمہ داری سنبھالی تو مولانا بظاہر تبلیغ کی زبان اور حقیقت اس کا دل ودماغ اور حضرت جی کا دستِ راست بن گئے۔

مولانا محمد عمر صاحبؒ جن کی شہرت لسانِ تبلیغ اور اس کے ترجمان کی تھی، بہت سی خوبیوں اور اوصافِ حسنہ سے آراستہ تھے، ایک طرف حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی خلافت سے بہرور تھے تو دوسری طرف راسخین فی العلم کے زمرہ میں وہ شامل تھے جہاں دعوت وتبلیغ کے لیے عالمی فکریں کرتے تھے وہیں اپنے گھرانہ کی تربیت کی فکر میں بھی لگے رہتے تھے۔ دعوت وتبلیغ کی راہ میں جہاں لوگوں کو راہِ خدا میں نکالتے تھے وہیں علم دین سے دور علاقوں میں مکاتب کا جال پھیلانے کی بھی ہر ممکن سعی فرماتے تھے۔ اور اپنی رہنمائی وتائید سے اس کام کو ترقی دیتے تھے جہاں وہ چھوٹوں پر شفقت اور ان کی تربیت کا اہتمام فرماتے تھے وہیں بڑوں سے استفادہ کا شوق واہتمام بھی انھیں اسی قدر تھا، دارالعلوم دیوبند ہو یا مظاہر علوم ہو یا دارالعلوم ندوۃ العلماء سب سے گہرا تعلق رکھتے تھے اور ان کی قدر ومنزلت کے قائل تھے بالخصوص ہمارے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی دامت برکاتہم سے بہت ہی محبت وعقیدت رکھتے تھے اور حضرت جی کی شفقتوں کا اپنی خاص مجلسوں میں محبت سے بھرپور لہجہ میں ذکر فرماتے تھے۔ ندوہ سے اساتذہ پہنچ جائیں یا طلبہ بہت ہی پیار ومحبت کا معاملہ فرماتے تھے۔

مولانا محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن مجید سے انتہائی خصوصی لگاؤ تھا۔ کثرت تلاوت کا حال یہ تھا کہ ذرا سی فرصت ملی اور تلاوت شروع کردی اسی تعلق کی وجہ سے دعوت وتبلیغ جیسی عوامی مشغولی میں بھی حفظ قرآن کی دولت حاصل کرکے رہے حالانکہ طالب علمی سے فراغت تک وہ حافظ نہیں تھے،

مولانا کی دلی خواہش یہ تھی کہ زندگی کے ہر شعبہ میں دین زندہ ہو ایک مدت تک وہ اپنے علاقہ کے لوگوں کے معاملات کو صحیح اسلامی نہج پر لانے کے لیے عوام اور عمائدین کو برابر توجہ دلاتے رہے حتی کہ خاص اس مقصد کے لیے علاقہ کے ممتاز علماء اور بڑے کاروباری لوگوں کے مستقل مذاکرے ہوئے بلکہ ایک بار تو مستقل اسی غرض سے ان حضرات نے غیر رمضان میں دوتین دن کا اعتکاف کیا اور یہ سب مولانا مرحوم کے ارشاد اور توجہ کی وجہ سے ہوا۔

مولانا کی شخصیت سازی میں اگر بنیادی باتیں دیکھی جائیں تو حسب ذیل تھیں۔ (۱) اپنے مقصد سے انتہائی درجہ کی لگن۔ ۲۔ اپنے بڑوں سے فدائیت کی حد تک تعلق اور ان کے سامنے سو فیصد اپنے کو بے اختیار بنا کر ڈال دینا۔ (۳) استقامت وصبر (۴) احیاء دینی کا وہ جذبہ کہ اس راہ میں جان ومال کی بڑی سے بڑی قربانی کو پیش کرنے سے پس وپیش یا تردد نہ کرنا لیکن درحقیقت اصل تو اول الذکر دو صفات ہی ہیں۔

مولانا اپنے پیچھے ہزاروں کو غمزدہ لیکن مقصد کے پیچھے قربانی پیش کرنے والوں کو چھوڑ کر تشریف لے گئے اس طرح مولانا تشریف لے گئے مگر کام باقی ہے۔

۔جامعۃ الفلاح (مشرقی یوپی کے ایک معروف تعلیمی ادارہ) میں منعقد سمینار اکتوبر ۹۵ء کے لئے لکھا گیا مقالہ۔

عصر جدید کے ہندوستان میں فقہ اور اصول فقہ پر علمائے ہند کی خدمات

(چوتھی وآخری قسط)

—— مولانا برہان الدین سنبھلی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ

۸۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ (م ۱۳۹۶ھ)

مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ (جو وطناً بھی دیوبندی تھے) دارالعلوم دیوبند کے ان فضلاء اور محدث العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے ایسے تلامذہ میں تھے، جو درسگاہ اور اساتذہ کے نام روشن کرتے اور باعث فخر وافتخار ہوتے ہیں۔ باکمال اساتذہ سے استفادہ، اور حضرت تھانویؒ کی کیمیا اثر صحبت وتربیت، نیز خاندانی ذہانت (مفتی صاحبؒ عثمانی تھے، جو ذہانت میں شہرت کا حامل رہا ہے) اور پھر ذاتی محنت، ان سب باتوں کے اجتماع سے مفتی صاحب موصوف۔ اپنے حلقہ ہی میں نہیں۔ علمی دنیا کے لئے باعث افتخار، بلکہ سارے عالم کی ضرورت بن گئے تھے، کہ جن کا دنیا سے رخصت ہونا واقعۃً "موت العالِم موت العالَم" کا مصداق بنا۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ کو یوں تو تمام علوم دینیہ میں دستگاہ حاصل تھی، مگر وہ فقہ وتفسیر میں خصوصی امتیاز رکھتے تھے، تفسیر میں امتیاز پر "معارف القرآن" کی آٹھ جلدیں شاہد عدل ہیں۔ ان کی "احکام القرآن" تو ان دونوں حیثیتوں (تفسیر وفقہ) کی جامع ہے۔ اور ان کے فقہی کارناموں کے تذکرے زبان زد عوام وخواص ہیں۔

موصوف بچپن ہی میں اپنی مادر علمی درسگاہ دارالعلوم دیوبند اور باکمال اساتذہ کی سرپرستی کے سبب، فقہ کے ادا شناس بن گئے تھے، چنانچہ کم عمری ہی میں۔ مدرس کے ساتھ۔ دارالعلوم کے مفتی بنا دیئے گئے۔ اسی زمانہ کی یادگار (ان کے فتاویٰ کا مجموعہ) "امداد المفتین" ہے۔ (جو مدتوں سے "عزیز الفتاویٰ" کے ساتھ شائع ہوکر مقبول ہو رہا ہے) اس کے علاوہ وقتی ضرورتوں کے تحت متعدد عنوانوں پر بے شمار چھوٹی بڑی کتابیں اور رسائل، ان کے قلم سے نکل کر افادۂ عام کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ یہ کہنا شاید مبالغہ سے خالی ہوگا کہ مفتی صاحب کو حضرت تھانویؒ کی کم از کم اس بارے میں پوری طرح جانشینی کا شرف حاصل ہوا، جس کو تقریباً سب نے تسلیم کیا، حضرت تھانویؒ ہی کی طرح اور ان ہی کی رہنمائی سے مفتی شفیع صاحب موصوف نے بھی "جدید مسائل" کے حل کی طرف۔ اپنے معاصرین میں سب سے زیادہ توجہ مبذول کی، اور تقریباً ہر اہم مسئلہ پر طویل فتویٰ یا رسالہ، قلم بند فرماکر مشکلات کو آسان کیا۔ ان رسائل اور فتاویٰ کا مجموعہ۔ بعد میں: "جواہر الفقہ" کے نام سے (پاک وہند، دونوں جگہ الگ الگ) پانچ جلدوں میں شائع ہوا، جس سے زمانۂ حال کے پیچیدہ مسائل حل کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے مقام شکر ہے کہ مفتی صاحبؒ کے بعد ان کے قابل فخر فرزند مولانا مفتی جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب (مد اللہ فی عمرہ) نے جانشینی کا حق ادا کرتے ہوئے اس سلسلے کو بہت آگے بڑھا دیا، اور موجودہ دور کے تقریباً سب مسائل کا احاطہ کرکے شرعی حل نکالنے کی سعیِ مشکور فرمائی۔ (فجزاہما اللہ خیر الجزاء)۔

ان دونوں (والد وولد) کے مجموعی فقہی کام نے برصغیر ہی نہیں، سارے عالم اسلام کو متاثر وممنون کیا۔ علاوہ ازیں چودھویں صدی ہجری میں غالباً مفتی محمد شفیع صاحب ہی وہ شخص ہیں، جنھوں نے غیر منقسم ہندوستان کی زمینوں کی شرعی حیثیت وحکم بیان کرنے کے لئے ایک بہت مفصل کتاب لکھی کہ۔ راقم کے علم میں۔ اس سے زیادہ تفصیلات اس بارے میں اور کسی جگہ یکجا نہیں ملتیں، جس کے اندر مفتی صاحبؒ نے اپنے زمانہ تک کے بیشتر علماء کی آراء کا احاطہ وتجزیہ کرکے برصغیر کی زمینوں کے شرعی احکام بیان کئے ہیں۔ پھر اس کے بعد عرصہ تک خاموشی سی طاری رہی، حال ہی میں راقم نے تقسیم ہند کے بعد کی ہندوستانی زمینوں کا حکم دریافت کرنے کی ایک کوشش کی ہے۔ جو پہلے تو مقالے کی شکل میں شائع ہوئی، اب راقم کی تازہ کتاب "موجودہ زمانے کا شرعی حل" کے نئے ایڈیشن کا جزو بن کر منظر عام پر آئی ہے۔ غرضیکہ حضرت مفتی صاحبؒ کے جلائے ہوئے چراغ سے نجانے کتنے چراغ روشن ہوئے، سچ تو یہ ہے کہ ان کی زندگی کا چراغ گل ہو جانے کے بعد بھی روشنی دے رہا ہے۔ اور اس کی تنویر میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ سچ کہا ہے کسی نے: ؎

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق

(رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کاملۃً)

۹۔ حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی (م ۱۴۱۷ھ)

مفتی محمود حسن گنگوہی علیہ الرحمۃ (جنھوں نے ۲ ستمبر ۱۹۹۶ء کو وفات پائی) کی شخصیت تقریباً ہوں

صدی تک فقہ و فتاویٰ، درس و افتاء کے ذریعہ عوام و خواص کے لئے فیض رساں بنی رہی۔ موصوف کے فتاویٰ کی اب تک اٹھارہ جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔ اور افادۂ عام کا ذریعہ بن رہی ہیں۔ مفتی صاحب کے اکثر فتاویٰ کی خصوصیت، اختصار اور بقدر ضرورت، نپے تلے الفاظ میں حکم شرعی بتانا ہے۔ اگرچہ ضرورت پڑنے پر کبھی کبھی نہایت مفصل اور طویل فتوے بھی ان کے قلم سے نکلے مثلاً موجودہ دور میں "رفاہی سوسائٹیوں" یا "مسلم بنکوں" جیسے ناموں سے قائم۔ غیر سودی قرض کے نام پر مسلمانوں میں رقمیں تقسیم کرنے والے۔ اداروں کے بارے میں ایک طویل فتویٰ مفتی صاحب نے رقم فرمایا، جس کا احقر کو بہت تفصیلی جائزہ لینے اور فتوے پر نقد کرنے اور اس سے عدم اتفاق کے (ناخوشگوار) فیصلہ تک پہونچنے پر مجبور ہونا پڑا، یہ "جائزہ" پہلے تو "مجمع الفقہی الہندی" (فقہ اکیڈمی) کے ترجمان" بحث و نظر میں شائع ہوا (شمارہ ۳-۴ جلد ۳-۴) پھر راقم کی کتاب۔" موجودہ زمانہ کے مسائل کا شرعی حل" کے پہلے ایڈیشن کا جزو بن کر منظر عام پر آیا۔ مگر مفتی صاحب کی عالی ظرفی اور بلند اخلاقی دیکھئے، کہ جب اس جائزہ کے شائع ہونے کے بعد راقم کو ان سے نیاز حاصل ہوا تو نہ صرف ادنیٰ سی شکایت کی، بلکہ پہلے سے بھی زیادہ خندہ روئی اور شفقت کے ساتھ پیش آئے، اور نہ اس کی تردید۔ زبانی یا تحریری۔ کی (تو کیا اسے راقم کی تائید سمجھا جائے؟)۔ مفتی صاحب موصوف دارالعلوم دیوبند کے منصب صدارت افتاء پر ایک تہائی صدی سے زیادہ مدت تک فائز رہے (ادارہ پر ادنیٰ سا مالی بار ڈالے بغیر)، اسی دوران ہزاروں فتوے لکھنے کے ساتھ سیکڑوں طلبہ کو فتویٰ نویسی سکھائی، مطبوعہ فتاویٰ کے علاوہ بھی ان کی متعدد علمی تحریریں، کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہیں، ان میں سے اکثر کے اندر فقہی شان نمایاں ہے۔ اگرچہ زیادہ تر فتاویٰ بعد میں شائع ہوئے مگر ان میں سے اکثر تحریر کردہ کافی پہلے یعنی چودھویں صدی کے ہیں، مزید برآں یہ کہ ان کی بہت سی مجلسوں کی گفتگوئیں بھی۔ جن میں سوال و جواب بھی ہیں۔ طبع ہو چکی ہیں، وہ بھی علمی افادات، فقہی جوابات اور دقیق و لطیف نکتوں پر مشتمل ہیں۔ ان کی وفات پر شائع ہونے والے تاثرات۔ اور ان میں دی گئی معلومات سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ موصوف اپنے زمانہ کے ممتاز ترین فقہا اور نوابغ میں سے تھے، جن سے مختلف طریقوں پر لوگوں نے فائدے حاصل کئے۔

(فرحمہ اللہ رحمۃ کاملۃ واسبغ علیہ نعمہ)

۱۰۔ حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاج پوری مدظلہ العالی

موجودہ ہندوستانی مسلمانوں۔ بالخصوص دینداروں۔ میں شاید ہی کوئی پڑھا لکھا ایسا ہو جو مفتی صاحب کے نام اور کام سے تھوڑا بہت واقف نہ ہو! اور یہ تعارف زیادہ تر ان کے "فتاویٰ رحیمیہ" کے مجموعہ کی بدولت ہوا۔ مولانا کے الفتاویٰ کی سات ضخیم جلدیں نہ صرف ان کے تفقہ میں رتبۂ عالی کا پتہ دیتی ہیں، بلکہ اپنے اندر افادیت و رہنمائی کا ایسا سامان رکھتی ہیں، جس سے شرعی احکام کے مطابق زندگی گذارنے والا شاید ہی کوئی مسلمان بے نیاز رہ سکے۔ مفتی صاحب نے اپنے فتاویٰ کے اس مجموعہ (جس کا اکثر حصہ چودھویں صدی کا ہی ہے) کے بہت سے فتووں میں محض رسمی فتوے دینے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ جس جگہ ضرورت محسوس کی، وہاں ایک مدلل و مفصل علمی مقالہ سپرد قلم کیا۔ جس کے اندر گوناگوں فقہی مباحث اور علمی فوائد سمیٹ لئے۔ راقم نے "فتاویٰ رحیمیہ" پر اظہار خیال کرتے ہوئے، اس کی دیگر خصوصیتوں کے ساتھ اس منفرد پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا تھا جسے مفتی صاحب موصوف نے ازراہ ذرہ نوازی۔ فتاویٰ کی جلد سابع کے اوائل میں شامل کر دیا ہے کہ:

"راقم ان فتاویٰ کو خداوند تعالیٰ کی صفت "رحمت" کا خاص مظہر اور عہد حاضر کا بہت ہی قیمتی علمی، فقہی سرمایہ سمجھتا ہے، بلکہ یہ خیال کرتا ہے کہ اب تک "فتاویٰ" کے نام سے جو مجموعے اردو میں سامنے آئے ہیں، ان میں یہ۔ مجموعی طور سے۔ اہل علم کے لئے خاص طور پر سب سے زیادہ نافع ہے۔ اور آسودگی کا سامان رکھتا ہے۔ (والعلم عند اللہ، ولا ازکی علی اللہ احداً) راقم کا یہ بھی احساس ہے کہ اس مجموعہ میں جو عالی مضامین، اور انیق تحقیقات ودیعت ہو گئی ہیں، ان کے بیان کے لئے لفظ "فتاویٰ" "ناکافی، بلکہ حجاب بن گیا ہے، کیونکہ (اس) تعبیر سے اصل حقیقت کا پورا اظہار نہیں ہو پاتا۔"

(فتاویٰ رحیمیہ جلد ہفتم ص ۱۴)

ان فتاویٰ کے علاوہ بھی، مفتی صاحب مدظلہ ضرورت کے پیش آنے پر۔ وقتاً فوقتاً۔ قلم کے ذریعہ راہنمائی فرماتے رہتے ہیں۔ اس طرح متعدد رسائل مختلف اوقات میں تحریر فرمائے، جو بہت نافع بنے۔ فجزاہ اللہ عن سائر المسلمین خیر الجزاء، ومد اللہ فی عمرہ و بارک فی حیاتہ۔

جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا یہ موضوع پوری تفصیل طلب ہے، کسی مقالہ کا نہیں، بلکہ مستقل کتاب کے لائق ہے۔ یہاں بس ان دس حضرات کے تذکرے پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ (تلک عشرۃ کاملۃ)

> قرآن کریم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی، دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کیلئے شائع کیجاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے، لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س:۔ ایک شخص کی ظہر کی جماعت شروع ہو جانے کی وجہ سے سنتیں چھوٹ گئیں، جماعت ختم ہونے پر ایسا شخص بعد والی دو سنتیں پہلے پڑھے یا چھوٹی ہوئی چار؟

ج:۔ ظہر کے فرضوں سے پہلے کی سنتیں اگر جماعت میں شریک ہو جانے کی وجہ سے رہ جائیں تو پہلے دو رکعت سنت ظہر اور اس کے بعد چھوٹی ہوئی چار رکعت پڑھے۔

س:۔ فاسق و فاجر کی امامت درست ہے یا نہیں؟ کہیں ایسے لوگوں کا تسلط ہو یا ایسے ہی لوگ موجود ہوں تو کیا کرے؟

ج:۔ امام کا متقی و پرہیزگار، ظاہری گناہوں اور برائیوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔ فاسق فاجر کی امامت مکروہ تحریمی ہے، ایسے شخص کو امام بنانا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے "لا یؤم فاجر مؤمناً (ابن ماجہ ص ۷۷) اور کبیری میں ہے "لو قدموا فاسقاً یأثمون (ص ۴۷۹)۔

اب اگر ایسے لوگ زبردست ہیں، ان کا تسلط ہے ان کو ہٹایا نہیں جا سکتا، یا عظیم فتنہ برپا ہونے کا اندیشہ ہے تو مقتدیوں کے لئے نماز پڑھنا مکروہ نہیں، ان پر گناہ نہیں ہوگا، اسی طرح سے اگر ایسے لوگوں کے سوا دوسرا شخص موجود نہ ہو تو بھی مکروہ نہیں ہے۔

س:۔ اگر مصلی کے اوپری حصہ پر یا اس کے پیچھے تصویر ہو تو نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟

ج:۔ نماز مکروہ ہوگی، رسائل الارکان میں ہے "أشدها کراهة أن یکون أمام المصلی ثم من فوق رأسه ثم یمینه ثم شماله ثم خلفه"۔

س:۔ اگر مصلی کے سامنے سرکٹی ہوئی یا اس قدر چھوٹی تصویر ہو کہ کھڑے ہو کر نظر نہیں آتی تو اس سے نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟

ج:۔ نماز ایسی حالت میں مکروہ نہیں ہوگی، رسائل الارکان میں ہے "وإن کانت الصورة صغیرة بحیث لا تبدو أو ممحوة الرأس، أو علی وسادة أو بساط مفروش لا یکره"۔

س:۔ اگر نفل یا سنت نماز کی نیت کرتے وقت کوئی غلطی ہو جائے مثلاً ظہر کا وقت ہے اور بجائے ظہر کے مغرب کہدیا، یا سنت کو نفل کہہ دیا اور غلطی کا احساس اس وقت ہوا جب کہ سورہ فاتحہ ختم کر چکا یا اس سے قبل ثنا پڑھنے سے پہلے تو ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

ج:۔ ظہر کے بجائے مغرب کہہ دیا اور دل میں ظہر ہی کی نیت تھی تو کافی ہے نیت توڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح سنت یا نفل میں فرق کر دیا لیکن نیت سنت کی تھی تو بھی نماز ہو جائے گی، ختم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

س:۔ شوہر نے بخار و غصہ میں دوران حمل تین طلاقیں دیدیا لیکن پھر اسی کو رکھنا چاہتا ہے، اس کی کوئی صورت واضح فرمائیں، ولادت ہو چکی ہے؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں تین مغلظ طلاقیں واقع ہو گئیں، اب سوائے حلالہ شرعی کے رجعت کی کوئی صورت باقی نہیں رہی، طے کر کے حلالہ کرنا شرعاً ممنوع ہے۔

س:۔ روزانہ غسل کرنا فرض کے علاوہ جو عادۃً ہے کیسا ہے، بعض لوگ ضروری کی طرح کرتے ہیں، یہاں تک کہ اذان سن کر نماز جماعت ترک کر دیتے ہیں؟

ج:۔ غیر ضروری غسل کو ضروری نہ سمجھے، نماز بھی ترک ہو جائے تو مزید قباحت ہے البتہ اگر نماز میں خلل نہ پڑے، تازگی کی خاطر روزانہ غسل کرے تو درست ہے۔

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کی
اہم پیشکش
سیرت سلطان ٹیپو شہید
عمدہ کاغذ، معیاری طباعت، مجلد خوبصورت کور سائز ۲۰×۲۶ صفحات ۶۰۰ قیمت ۱۰۰/- روپے
ملنے کے پتے: مکتبہ ندویہ، ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ الفرقان بکڈپو نظیر آباد لکھنؤ۔ مکتبہ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ

نجیب الرحمٰن ملّی

عید الاضحیٰ کی پانچ روزہ مختصر سی تعطیل کے بعد ۱۴؍ ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ کو دار العلوم کھل گیا، اور طلبہ و اساتذہ اپنے درس و تدریس اور مطالعہ و مذاکرہ میں دوبارہ مصروف عمل ہو گئے، ابھی یہ سلسلہ جاری ہی تھا کہ اچانک ۲۸؍ مئی ۱۹۹۶ء کو بعد نماز عشاء مولانا محمد خالد صاحب ندوی نے اعلان کیا کہ محدث جلیل عالم ربانی حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب اپنے مالک حقیقی سے جاملے جس کی تفصیلات ۱۰؍ مئی ۱۹۹۶ء کے شمارہ میں آچکی ہیں۔

شعبہ صحافت کا افتتاحی جلسہ

۶؍ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ جمعیۃ الاصلاح کے شعبۂ صحافت کا افتتاحی جلسہ مہتمم دار العلوم کی صدارت میں منعقد ہوا جلسہ کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد معتمد شعبۂ صحافت وقار الدین لطیفی نے اپنے مختصر سے مقالہ میں صحافت کے ماضی اور حال پر روشنی ڈالی، اس کے بعد حضرت مہتمم صاحب نے صحافت اور جداری اخباروں کی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت صحافت ایک مربی اور معلم کی حیثیت اختیار کر چکی ہے اور دنیا کی تربیت اور سرپرستی کر رہی ہے لہٰذا صحافت کا زندگی کے اندر جو عمل و دخل ہے اس کو سامنے رکھ کر آپ ان پرچوں کو نکالتے ہیں تو ان شاء اللہ آپ کی محنت کامیاب ہوگی۔

آخر میں صدر جلسہ نے اس شعبہ سے نکلنے والے جداری اخباروں کی نقاب کشائی فرمائی۔ سالہائے گذشتہ کے مقابلے میں امسال جداریوں کی تعداد زیادہ تھی، اردو، عربی، ہندی، انگریزی اور بنگلہ زبان میں نکلنے والے ان اخبارات کے نام مع ایڈیٹر کے حسب ذیل ہیں:

(۱) اردو "الاصلاح" سعود الحسن غازی پوری (۲) "نشان راہ" نجیب الرحمٰن ملّی (۳) "کہکشاں"۔ نجیب الحسن صدیقی (۴) "الہلال" محمد اویس خان (۵) "انقلاب" محمد عمر ممتاز (۶) "تابش" نثار محمد بارہ بنکوی (۷) "ارمغان" عبد الرحیم بھٹکلی (۸) عربی، "الضیاء" عبد الرحیم (۹) "النور" محفوظ الرحمٰن (۱۰) "الکوکب" رحمت اللہ نیپالی (۱۱) "التوعیۃ الاسلامیۃ" محمد تنویر عالم (۱۲) ہندی، "ایکتا" (एकता) عاصم اقبال (۱۳) دی لائٹ (THE LIGHT) عبد الرحمٰن (۱۴) "القافلہ" (بنگلہ) محمد ادریس۔

اس بزم میں مربی الاصلاح مولانا شمس الحق صاحب ندوی نے بھی شرکت کی

مسابقہ حفظ قرآن

حکومت سعودی عرب حفظ قرآن کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنے اور تعلیمات قرآنی کو عام کرنے کی غرض سے تقریباً بیس سال سے پابندی کے ساتھ مکہ مکرمہ میں عالمی پیمانہ پر مسابقہ حفظ قرآن کریم کرواتی ہے، جس میں دنیا کے مختلف ممالک سے حفاظ کرام کو شرکت کے لئے مدعو کیا جاتا ہے اور انھیں اخراجات سفر کے علاوہ کامیاب ہونے کی صورت میں ایک خطیر رقم کی صورت میں انعام واکرام سے بھی نوازا جاتا ہے۔ اس مسابقہ میں پانچ زمرے ہوتے ہیں (۱) مکمل حفظ قرآن مع تجوید اور ایک پارہ کی تفسیر عربی میں زبانی بیان کرنے کی صلاحیت، (۲) مکمل حفظ قرآن مع تجوید (۳) بیس پارے حفظ قرآن مع تجوید (۴) دس پارے حفظ قرآن مع تجوید (۵) پانچ پارے حفظ قرآن مع تجوید اور مکمل قرآن ناظرہ حدر میں پڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہو، امسال دار العلوم ندوۃ العلماء کو بھی مسابقہ میں شرکت کے لئے مدعو کیا گیا کہ اپنا ایک نمائندہ طالب علم مسابقہ میں شرکت کے لئے روانہ کریں، ذمہ داران دار العلوم کے لئے یہ ایک نہایت اہم مسئلہ تھا کہ اس کے لئے کس طالب علم کا انتخاب کیا جائے، لہٰذا مشورہ کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس کے لئے پہلے دار العلوم کے احاطہ ہی میں ایک مسابقہ رکھا جائے اور پھر اس میں جو ممتاز ہو اس کی سفارش کی جائے، اس مسابقہ میں تمام ملحقہ مدارس کو بھی مدعو کیا گیا، ۷؍ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ کو یہ مسابقہ منعقد ہوا اور ۳۶ طلباء نے اس میں شرکت کی، صبح آٹھ بجے مسجد دار العلوم میں حضرت مولانا مدظلہ کے زیر صدارت اس مسابقہ کا افتتاحی جلسہ منعقد ہوا، اور پھر ساڑھے آٹھ بجے سے زمرہ دوم و سوم کا سلیمانیہ ہال اور زمرہ چہارم و پنجم کا معہد القرآن کے ہالوں میں مسابقہ شروع ہوا جو کہ بارہ بجے تک جاری رہا، اور بعد نماز عصر تمام زمروں میں اول آنے والوں کے درمیان فائنل اور انتخابی مسابقہ ہوا، جس میں چوتھے زمرے میں اول آنے والے طالب علم برادرم ظفر اطہر، مسابقہ میں شرکت کے لئے منتخب ہوئے، بعد نماز مغرب حضرت مولانا کے دست مبارک سے تمام زمروں میں اول و دوم آنیوالوں کو دار العلوم کی جانب سے انعام دیا گیا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

زمرۂ دوم۔ اول، حبیب محمد، انعام دو ہزار روپے نقد۔ دوم۔ انوار الحق ڈیڑھ ہزار روپے، زمرۂ سوم اول، محمد غزالی، ڈیڑھ ہزار روپے نقد، دوم عبد الکبیر ایک ہزار روپے۔ زمرۂ چہارم۔ اول، ظفر اطہر ایک ہزار روپے۔ دوم، رضوان اختر، سات سو روپے، زمرۂ پنجم۔ اول، محمد ارشاد، سات سو روپے۔ دوم۔ حسین احمد، پانچ سو روپے۔

اس موقع پر مفسر قرآن حضرت مولانا عبد الکریم پاریکھ صاحب بھی موجود تھے، انھوں نے اپنی جانب سے تمام کامیاب ہونے والوں کو ایک ہزار روپے کا نقد انعام پیش کیا، اس کے علاوہ تمام سامعین کو قرآن کریم اور حضرات حکم کو تفسیر شبیر احمد عثمانی کا ایک ایک نسخہ دیا گیا۔ آخر میں حضرت مولانا کی دعا پر جلسہ تمام ہوا۔

توسیع مسجد دار العلوم

طلبہ کی روز بروز بڑھتی ہوئی تعداد کی بناء پر مسجد دار العلوم اپنی وسعت و کشادگی کے باوجود تنگ پڑ گئی ہے۔ جس کی وجہ سے جمعہ و عیدین میں خصوصاً موسم گرما میں بڑی دقت و پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان حالات کے پیش نظر کئی سال سے توسیع مسجد کا ارادہ کیا جارہا تھا، سال رواں ذمہ داران دار العلوم نے خدا کا نام لے کر خانۂ خدا کی توسیع کا کام شروع کروا دیا۔

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کے دست مبارک سے توسیع کے کام کی ابتدا کی گئی جناب مہتمم صاحب اور دیگر بڑے اساتذہ کرام اس موقع پر موجود تھے اور اپنے ہاتھ سے بنیاد میں مسالہ ڈالا۔ ۲۱؍ مئی تا ۲۲؍ جون دار العلوم میں ایک ماہ کی تعطیل گرما ہو گئی ہے اور طلبہ اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے ہیں۔

خزینۃ الکتب
ندوۃ العلماء

تحدیث نعمت

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تصنیفی یادگار
جو آپ کے مرض الوفات میں منظر عام پر آئی!

جس میں آپ نے اپنے اوپر اپنے رب کے انعامات و احسانات کی شہادت قلمبند فرمائی ہے کہ شاید وہ ایک دستاویز شکر کے طور پر آخرت میں کام آجائے۔

کیسے گھرانے میں آپ کو وجود بخشا گیا؟ آپ کی تعلیم کے لیے والد ماجدؒ کو کیا مومنانہ توفیق عطا ہوئی؟ وقت کے کیسے عظیم اساتذہ سے آپ کو فیض یابی کا موقع ملا؟ علمی زندگی کے میدان میں توفیق الٰہی نے آپ کو کس کس طرح نہال کیا؟ دین وملت کے کن کن محاذوں پر پروردگار نے آپ کو خدمت کے مواقع بخشے — وقت کے کن کن بزرگوں کو آپ نے پایا — کن اوصاف وامتیازات سے وہ سرفراز تھے؟ — اور اُن کے دامن شفقت میں آپ نے کیا کیا پایا؟

— ان سب نعمتوں کا بیان حمد و شکر میں ڈوبی زبان سے

۲۵۲ صفحات پر مشتمل مجلد کتاب مع خوبصورت گردپوش قیمت صرف ۵۷ روپے
اندرون ہند کے طالبین /65 روپے پیشگی بھیج کر یہ کتاب رجسٹرڈ حاصل کریں

ناشر: الفرقان بکڈپو۔ ۳۱/۱۱۴ نظیر آباد — لکھنؤ۔

مطالعہ کی میز

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

محمد شاہد ندوی

نام کتاب:۔ خطبات ماجد یا ہدیۂ زوجین
تصنیف:۔ مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ
سائز:۔ ۲۲×۱۸/۸، صفحات:۔ ۱۱۲
قیمت:۔ ۳۵ روپے
ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ حرمین، کچہری روڈ، لکھنؤ

شریعت اسلامی میں شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک، حقوق کی ادائیگی، اور ازدواجی زندگی کو خوش اسلوبی کے ساتھ گزارنے کی خاص تعلیم دی گئی ہے۔ زیر نظر مجموعہ "خطبات ماجد یا ہدیۂ زوجین" اس موضوع پر مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ کے چار خطبات نکاح پر مشتمل بہترین کتابچہ ہے جو انھوں نے اپنی ایک بھتیجی اور تین صاحبزادیوں کے نکاح کے موقع پر مسنون خطبوں کے ساتھ اردو میں ان کی مؤثر اور دل نشین تشریح کی تھی۔ جس کا پہلا اڈیشن کلکتہ سے ۱۹۸۰ء میں شائع ہو چکا ہے۔ کتاب کی اہمیت کے پیش نظر اس کے دو اقتباس اختصار کے ساتھ ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں۔

"نکاح اسلام کی نظر میں ایک معاہدہ ہے ایک طرف سے اطاعت کا، خدمت کا، دوسری طرف سے حفاظت کا، کفالت کا اور دونوں کی طرف سے محبت کا، امانت کا، رفاقت کا۔"

دوسری جگہ مولانا رقمطراز ہیں:۔

"حدیث کی ہر کتاب میں، کتاب النکاح کے ماتحت ایک باب عشرۃ النساء کا یا اس کے ملے گا، اور وہ بھرا پڑا ہوگا۔ بیوی کے ساتھ حسن معاشرت، رفق و ملاطفت کی تفصیل و تاکید سے، یہ سب تفسیر ہے حکم قرآنی وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ کی۔ قول رسول پاکؐ کو کان لگا کر سنئے تو صاف یہ آوازیں سننے میں آئیں گی کہ کھلاؤ، پہناؤ، بیوی کو اپنی طرح رکھو، معاشرت میں اپنی سطح پر، بات بات چیت و دل شکنی کی زبان پر نہ لاؤ، اور سب بڑھ کر یہ کہ حق پہچانو بیوی کا سارے برتاؤ میں۔"

مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر تصانیف کی طرح یہ کتاب بھی اپنی معنویت اور حسن انشاء کی وجہ سے اپنی مثال آپ ہے، کتاب کی نفاست اور دلکشی اس پر مستزاد، ان خطبات میں مولانا نے نکاح کی افادیت، زوجین کے فرائض، اسلامی نقطۂ نظر سے اپنے مخصوص انداز اور البیلے اسلوب میں بیان کئے ہیں، جن پر عمل کرنے سے زندگی نہایت کامیاب گذاری جاسکتی ہے۔

یہ کتاب ہر مومن مرد و عورت، عوام و خواص کے لئے ایک عمدہ تحفہ اور ہدیہ ہے۔ جس کا ہر مسلمان گھر میں موجود رہنا ضروری ہے۔

نام کتاب:۔ روضۃ الاولیاء
مؤلف:۔ علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی
مترجم:۔ پروفیسر نثار احمد فاروقی
صفحات:۔ ۱۱۶، قیمت:۔ ۵۲/= روپے
سائز:۔ ۱۸×۲۲/۸
ناشر و ملنے کا پتہ:۔ ادارہ نشر و اشاعت، جامع العلوم فرقانیہ مسٹن گنج، رامپور (یوپی)

علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی عربی، فارسی، اسلامیات، تاریخ، تذکرہ، بلاغت، عروض، مشرقی علوم کے نہایت بلند پایہ عالم، نقاد اور محقق گذرے ہیں انھوں نے مسلمانان ہند کی علمی اور ثقافتی تاریخ کی جتنی خدمت کی ہے اس کے لئے علمی اور ادبی دنیا ہمیشہ ان کی مرہون منت رہے گی۔ علامہ آزاد بلگرامی خود حسینی نسباً، واسطی اصلاً، بلگرامی موطناً، حنفی مذہباً اور چشتی مسلکاً لکھتے تھے۔

زیر نظر کتاب روضۃ الاولیاء فارسی زبان میں علامہ غلام علی آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ کی تالیف ہے جو ۱۸۹۲ء میں اورنگ آباد سے شائع ہو چکی ہے۔ جس میں خلد آباد (صوبہ مہاراشٹر) کے دس جلیل القدر اولیاء کرام کے مستند حالات لکھے ہیں۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں، مولانا برہان الدین غریب ہانسویؒ، شیخ منتخب الدین زرزری زر بخشؒ، امیر حسن علاء الدین سجزی دہلویؒ، سید یوسف حسینی راجو قتالؒ، حضرت سید محمد حسینی گیسو درازؒ، مولانا فرید الدین ادیبؒ، حضرت خواجہ حسین شیرازیؒ، حضرت زین الدین داؤد حسین شیرازیؒ دولت آبادی، شاہ جلال ملقب بہ گنج رواں سہروردیؒ، حضرت شاہ خاکسارؒ۔

یہ مختصر کتاب تذکرۂ صوفیہ اور اولیاء کرام کے ذخیرے میں ایک قابل قدر اضافہ ہے، جس کی تالیف میں مستند مآخذ سے مدد بھی لی گئی ہے۔ کتاب کی افادیت کے پیش نظر پروفیسر نثار احمد فاروقی

باقی ص ۹ پر

اجودھیا کا المیہ

قسط نمبر ۱۳

مادھو گوڈ بولے — ترجمہ — شارق علوی

(تسلسل کے لئے ۱۰ر اپریل ۱۹۹۶ء کا شمارہ ملاحظہ فرمائیں)

میں نے ۶ر دسمبر کو اشوک چندرا سے فون پر بات کی، انھوں نے بتایا کہ حالات کا جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوا ہے کہ اب بھی وہاں دو لاکھ کے قریب کارسیوک موجود ہیں جن میں سے ستر ہزار تو متنازعہ ڈھانچے کے ملبے کے پاس ہی اکٹھا ہیں اور بڑے ہی فاتحانہ اور باغیانہ حال میں ہیں۔ اس لئے اب بھی اس مقام کو پولیس کے قبضے میں لینے کا مطلب ان سے بلاوجہ ٹکراؤ کی صورت پیدا کرنا ہوگا۔ اشوک چندرا کے مطابق مقامی افسران کے علاوہ گورنر اور ان کے دوسرے مشیر کی بھی یہی رائے تھی کہ کارسیوکوں کو وہاں سے جلد سے جلد ہٹانے کی کارروائی پہلے کی جائے۔

اس درمیان چونکہ عارضی مندر کی تعمیر کا کام جاری تھا۔ اس نے پارلیمنٹ اور اس کے باہر اس بات پر دباؤ تھا کہ جلد سے جلد حکومت کو اس کمپلکس کو اپنے قبضے میں لینا چاہئے۔ پارلیمنٹ کے اسپیکر نے اپنے کمرے میں ایک میٹنگ کی جس میں وزیر اعظم، وزیر داخلہ، غلام نبی آزاد، کمارا منگلم، راجیش پائلٹ وغیرہ شریک تھے۔ مجھے بلا کر دریافت کیا گیا کہ آخر مرکزی دستوں کے ذریعہ ابھی تک متنازعہ جگہ کو سرکاری تحویل میں کیوں نہیں لیا گیا؟ میں نے موقع کی صورتحال کے بارے میں جب بتایا تو راجیش پائلٹ نے پوچھا کہ ہیلی کاپٹر سے مجمع پر پیسی ہوئی مرچ کا پاؤڈر کیوں نہیں ڈالا گیا اور آنسو گیس کے استعمال میں کیا قباحت تھی۔ اس کے علاوہ کمانڈو بھی ہیلی کاپٹر سے وہاں اتارے جاسکتے تھے۔ میں نے بتایا کہ یہ سب ترکیبیں ایسے موقع پر کام نہیں دیتی ہیں اس کے علاوہ ان پر پہلے بہت گہرائی سے غور کیا جا چکا تھا۔ اور انھیں ناقابل عمل سمجھا گیا تھا، میں نے کہا کہ ہیلی کاپٹر سے کمانڈو کو لاکھوں کارسیکوں کے درمیان اتار کر صرف ان کی موت کا ہی سامان مہیا کرنا تھا کیوں کہ مٹھی بھر کمانڈو اس اژدحام کا مقابلہ کیسے کرتے، اس کے علاوہ جب تک پولیس کمپلکس تک نہ پہنچ پائے نیم فوجی دستوں کو وہاں بھیجنا بیکار تھا۔ اب کارسیوکوں کو وہاں سے جلد ہٹانے کا انتظام ہو رہا ہے اور رات کو جب بھیڑ کم ہو گی اس وقت کمپلکس پر قبضہ کیا جائے گا۔ تاکہ کم سے کم خون خرابا ہو۔

میں ۷ر دسمبر کو دن بھر اور ۷ر و ۸ر کی درمیانی رات پوری کوشش کرتا رہا کہ کمپلکس پر حکومت کا قبضہ ہو جائے لیکن ریاستی حکومت کی طرف سے منفی رویہ کی وجہ سے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ اتر پردیش کے ڈائرکٹر جنرل پولیس نے مجھ سے کہا کہ ان کے افسران ابھی کسی کارروائی کے حق میں نہیں ہیں اور کسی بھی کارروائی کی مخالفت کر رہے ہیں مرکزی دستوں کے نمائندے وڈھیرا ڈائرکٹر جنرل انڈو چینی تبت سرحدی پولیس جو فیض آباد میں مقیم تھے، ان سے میں نے رابطہ قائم کیا تو انھوں نے بتایا کہ مقامی افسران کسی بھی کارروائی میں تعاون کے لیے تیار نہیں ہیں اروند ورما کمشنر فیض آباد جنھوں نے ۷ر دسمبر کو بعد دوپہر اپنے عہدے کا چارج لیا تھا نیز دوسرے افسران اس رات کسی بھی کارروائی کے حق میں نہیں تھے، مجسٹریٹ بھی نیم فوجی دستوں کے ساتھ وہاں جانے کو تیار نہیں تھے، میں نے گورنر کے مشیر اشوک چندرا سے دوبارہ بات کی تو انھوں نے کسی بھی کارروائی کرنے سے انکار کر دیا جب میں نے زیادہ زور دیا تو انھوں نے ۸ر دسمبر کو ڈیڑھ بجے صبح (۷ر و ۸ر کی درمیانی رات) کابینی سکریٹری راج گوپال کو فون کر کے بتایا کہ مقامی افسران فی الحال کسی بھی کارروائی کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس لیے کچھ نہیں کیا جاسکتا ہے میں نے پونے دو بجے رات میں انھیں پھر فون کیا تو انھوں نے اپنی مجبوری ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ انھوں نے راجگوپال سے بات کر لی ہے۔

میں نے وزیر داخلہ کو رات میں ہی اطلاع دے دی کہ مقامی افسران کی مدد حاصل نہیں ہو پا رہی ہے اس لیے رات میں اجودھیا کمپلکس پر قبضہ ممکن نہیں ہو سکے گا۔ ان کی رائے تھی کہ رات میں ہی کارروائی کر لی جائے

ان کا کہنا تھا کہ نیم فوجی دستے اجودھیا کی طرف کوچ کریں اور جہاں تک پہنچ سکتے ہیں پہنچ کر اگر کوئی رکاوٹ ہو تو اطلاع دیں۔

میں نے راج گوپال کو فون کر کے دریافت کیا کہ ان کی اشوک چندرا سے کیا بات ہوئی انھوں نے ان کے اسی موقف کو دہرایا کہ اس وقت کوئی کارروائی ممکن نہیں ہے کیوں کہ ریاستی حکام کا تعاون نہیں مل رہا ہے میں نے ان کو وزیر داخلہ سے ہوئی گفتگو کی روشنی میں بتایا کہ ریاستی حکام کے عدم تعاون کے رویہ کو نظر انداز کرتے ہوئے ہمیں خود کارروائی کرنی ہوگی اور میں براہ راست مرکزی نیم فوجی دستوں کو اجودھیا پہنچنے کا حکم دینے جا رہا ہوں۔ اس کے بعد میں نے فیض آباد میں مقیم وڈھیرا سے بات کی اور ان سے کہا کہ وہ اپنے دستوں کو فوراً اجودھیا بھیجیں چاہے مقامی افسران کچھ بھی کہیں۔

بقیہ: شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رح

"المعہد العالی للقضاء" میں ۱۲ سال اور پھر کلیۃ اصول الدین کے دراسات علیا میں دس سال حدیث شریف اور دیگر علوم شریعت بھی پڑھاتے رہے، اس طرح مسلسل ۲۲ سال تک اسی جامعہ سے منسلک رہے اور جامعہ کے ذمہ داروں نے شیخ کے ساتھ بہت اعزاز و اکرام کا معاملہ کیا اور جامعہ کی مجلس علمی کے رکن بھی رہے۔ اور اخیر میں ۱۴۰۶ھ تا ۱۴۰۸ھ دو سال تک کے لئے جامعۃ الملک سعود (جامعۃ الریاض) کے کلیۃ التربیۃ میں حدیث شریف اور دیگر شرعی موضوعات پڑھانے کے لئے تقرری ہوئی اور پھر تدریس سے ؟ رت کر دی اور علمی تحقیقات کی تکمیل کے لئے یکسو ہو گئے۔ لیکن اسفار اور اجتماعی کاموں کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ چنانچہ یہاں کے زمانۂ تدریس میں دیگر ممالک کی دینی جامعات میں بھی بحیثیت استاذ زائر (VISITING PROFESSOR) تشریف لے گئے ۱۳۹۰ھ میں سوڈان کی جامعہ ام دُرمان، اور ۱۳۹۶ھ میں یمن کی جامعہ صنعاء کی طرف سے بلائے گئے اور ۱۳۹۹ھ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لئے دعوت دی گئی اور اصول حدیث کے موضوعات پر درس و تقریر کا اہتمام کیا گیا اور طلبا و اساتذہ نے غیر معمولی فائدہ اٹھایا۔ (جاری)

بقیہ: اللہ کے لئے محبت

اسی کی تلقین و تاکید فرماتے رہے، صبر اختیار کرنے پر اللہ نے تیرے لئے دنیا و عقبیٰ میں جزائے عظیم کا اظہار فرمایا ہے اور فرمایا "اسی طرح ہم صبر کرنے والوں کو بہت بڑی جزا دیتے ہیں۔ نیز فرمایا" اللہ صبر کرنے اور احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ پس کلام اللہ، حدیث نبویؐ اور سیرت اولیا اللہ سے واضح طور پر ثابت ہے کہ صبر دنیا و عقبیٰ میں ہر سعادت اور سلامتی کی اصل و بنیاد ہے۔ اور بندۂ مومن صبر و تحمل کے ذریعے رضائے الٰہی، نجات اور بہشت کا مستحق بنتا ہے اور اس کی وساطت سے روحانی عروج و تقویت پا کر رشک ملائکہ بن جاتا ہے اس کے بعد اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا قرب ہے، ہدایت ہے اور عزت و اثر کا ایسا دوام ہے جسے کوئی چیز فنا نہیں کر سکتی۔"

بقیہ: اسلامی تعلیمات

کے ساتھ ان کا جو ہمدردانہ تعاون رہا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔

مزید انھوں نے یہ بھی کہا کہ خادم الحرمین کا یہ فیصلہ اس تناظر میں بھی اہمیت کا حامل ہے کہ چیچینی مسلمانوں کو جنگ کے دوران جو نوع بنوع کی زحمتیں اور دشواریاں اٹھانی پڑی ہیں اس سے ان کے غموں کو ہلکا کیا جائے۔

ڈاکٹر ترکی نے اس کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ وزارت نے ان لوگوں کے لیے ایک مخصوص پروگرام طے کیا ہے کہ جب تک وہ اس سرزمین پر رہیں ان کی طرف خاص عنایت ہو حتیٰ کہ وہ اپنے وطن واپس جائیں۔

دعائے مغفرت

- تعمیر حیات کے قدرداں جناب محمد مزمل صاحب (ڈپارٹمنٹ آف اکنامکس لکھنؤ یونیورسٹی لکھنؤ) کی حقیقی پھوپھی کا ۲۲ ر اپریل ۱۹۹۶ء کو ۸۰ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔
- تعمیر حیات کے قدیم قاری حاجی محبوب احمد (گوپا گنج مئو) کا حرکت قلب بند ہو جانے سے ۱۹ ر ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ کو انتقال ہوگیا۔ ابھی یہ زخم ان کے متعلقین کے لیے ہرا ہی تھا کہ مرحوم کے چھوٹے بھائی منظور احمد کا بھی ۲۹ ر ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ کو انتقال ہوگیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

دونوں حضرات صوم و صلوٰۃ کے پابند اور دیندار آدمی تھے، قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

جامعۃ المؤمنات الاسلامیہ میں

رواقِ تسنیم کا سنگِ بنیاد

نمائندہ تعمیر حیات

جامعۃ المؤمنات الاسلامیہ میں ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم نے طالبات کی رہائش کے لئے رواق امۃ اللہ تسنیم کا سنگ بنیاد رکھا۔

جامعۃ المؤمنات لڑکیوں کی اعلیٰ اسلامی تعلیم کا ایک مرکز ہے جس کو حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کی دعاؤں اور ہمت افزائی کا نہ صرف شرف حاصل ہے بلکہ مولانا محترم کے امت مسلمہ کی تعلیم و تربیت کے فکر و درد کے نتیجہ میں امت مسلمہ کی ماؤں کی تعلیم و تربیت کی فکر رکھنے والے دیگر اساتذہ و بزرگوں کی دعائیں بھی حاصل ہیں، کارکنان جامعہ کو ایسی تربیت یافتہ باصلاحیت معلمات کی خدمات حاصل ہیں جس کے سبب جامعہ نے بہت کم وقت میں غیر معمولی شہرت حاصل کی ہے اور خواتین میں اسلامی تعلیم کے معیار کو بلند کیا ہے۔

حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم، مہتمم دارالعلوم مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ، ایڈیٹر تعمیر حیات مولانا شمس الحق ندوی مدظلہ، مولانا سلمان حسینی ندوی مدظلہ متعدد بار جامعہ کی طالبات و معلمات سے خطاب فرما چکے ہیں اور وقتاً فوقتاً جائزہ بھی لیتے رہتے ہیں جس سے جامعہ کو برابر رہنمائی ملتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ چوٹی کے عرب علماء نے بھی جب جامعہ کو دیکھا اور معائنہ کیا تو یہاں کے معیار تعلیم کی تعریف کی ہے خاص طور سے مشہور ادیب و مفکر ڈاکٹر عبدالحلیم عویس اور داعی اسلام قطر یونیورسٹی کے سیرت، سنت سنٹر کے صدر ڈاکٹر یوسف القرضاوی دامت برکاتہم نے جامعہ کی دینی و علمی خدمات کو بہت سراہا۔ انھوں نے اپنے خطاب میں اس امید کا اظہار کیا کہ جامعہ سے پڑھ کر فارغ ہونے والی طالبات ہندوستان میں اسلامی معاشرہ کی تابندہ تصویر پیش کریں گی اور صحیح عقائد کا حامل ہوگا یہ شرک و الحاد کے دھارے کو روکیں گی اور ایمان و اعمال صالحہ کا ماحول بنائیں گی۔ آمین۔

جامعہ کے کارکنان نظام تعلیم و تربیت کو خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں توفیق دینے والا اور قبول کرنے والا اللہ ہی ہے اور ہمیں امید ہے کہ اللہ والوں کی سرپرستی ان کی دعائیں اور ان کی تائید کارکنان کے لئے زاد راہ کا کام دے گی، اور وہ اس نازک ترین ذمہ داری کا حق ادا کرنے میں کامیابی حاصل کر سکیں گے ان بزرگوں کی دعاؤں ہی کی برکت ہے کہ جامعۃ المؤمنات میں لڑکیوں کے داخلہ کے لئے لوگوں کا اس قدر اصرار ہوتا ہے کہ امتحان ختم ہوتے ہی بیشمار درخواستیں آنی شروع ہو جاتی ہیں مگر جامعہ کے پاس ان کو ٹھہرانے کی جگہ نہیں ہے۔

لہٰذا جامعہ میں طالبات کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم نے ۲۰ ر مئی ۹۶ء کو رواق امۃ اللہ تسنیم کا سنگ بنیاد رکھا اس تقریب میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، عمید کلیۃ اللغۃ استاذ محترم مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی مدظلہ، جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے سابق پروفیسر مولانا ابو بکر حسنی ندوی اور دارالعلوم کے موقر و سینیر اساتذہ کرام مولانا محمد واضح رشید ندوی مدظلہ، مفتی محمد ظہور ندوی مدظلہ، مولانا شمس الحق ندوی مدظلہ، محترم جناب فضل الباری، محترم محمد عرفان صدیقی اور جامعۃ المؤمنات کے ذمہ دار و روح رواں مولانا محمد رضوان ندوی شریک تھے اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اس کی ذات سے امید ہے کہ اس کو شرف قبولیت سے نوازے گا اور اس کے مخلص بندوں کے ذریعہ "رواق تسنیم" پایۂ تکمیل کو پہنچے گی، حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم کی دعا پر اس تقریب کا اختتام ہوا۔

بمبئی میں
اعلیٰ معیاری مٹھائی : بیکری مصنوعات
خصوصی مصنوعات
ڈرائی فروٹ، انجیر برفی، افلاطون، پائنا پل برفی، مینگو برفی، بادامی حلوہ، کاجو قتلی، کاجو رول، گلاب جامن وغیرہ
شیرینی دنیا کا تاج
تاج کی مٹھائیاں
کرافٹ مارکیٹ جنکشن ۴، کرناک روڈ بمقابل کرافٹ مارکیٹ، بمبئی ۔ ۴۰۰۰۰۳
فون نمبر: ۳۴۲۱۵۷۸ ۔